مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ /۲۵ روپے فی پرچہ /۲.۵ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

۱۴ر اگست ۱۹۸۱ء کو یوم آزادی کے موقع پر صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ بانی دارالعلوم حقانیہ وسرپرست ماہنامہ الحق کو ان کی علمی و دینی خدمات کے اعتراف کے طور پر "ستارۂ امتیاز" دینے کا اعلان کیا گیا۔ ستارۂ امتیاز اعزازی تمغوں میں ایک بہت بڑا سول تمغہ ہے۔ یہ اعلان ریڈیو، ٹیلی وژن کے ذریعہ ہوا اور ہم لوگوں کو بھی ان ذرائع ابلاغ ہی سے اس کا علم
، نہ ہمیں اسکی کوئی اطلاع تھی نہ کوئی مشورہ لیا گیا، نہ ایسے تحسینی امور میں اجازت لینے کی ضرورت
طور پر اعتراف و تحسین کے اس مظاہرے پر دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے وابستہ
نقدین کو خصوصاً اور ایک خادم دین متین سے محبت رکھنے والے دینی درد سے سرشار عامۃ المسلمین
ہوئی اور تبریک و تہنیت کے بیشمار پیغامات موصول ہونے لگے۔ یہ مسرت اور تبریک اس
کہ حکومت کے اس اقدام سے دین اور اہل دین کی قدر افزائی اور دینی خدمات کے اعتراف و
ونا ہے جس سے اسلام کے نام پر قائم کیا گیا۔ یہ ملک ایک طول طویل عرصہ تک محروم رہا۔
بھی اگر ہوتی رہیں تو فن و کلچر آرٹ و ثقافت کے نام پر ان طبقوں کی جن کی اس ملک کے مقصدِ
ل تک سے کوئی مناسبت نہ ہوتی۔ علم و دین سے وابستہ مخلص طبقوں کی مختلف طریقوں
، و اعتراف اور حق بحقدار رسید کی یہ روایتیں بالکل نئی ہیں جس کی بنیادیں پچھلے دو چار سالوں
، اعتبار سے ایسے اقدامات نہایت تحسین و تشکر اور حوصلہ افزائی کا موجب ہونے چاہئیں
ہے۔ قیام پاکستان کے پہلے ہی دن سے یہاں جن چیزوں کا دور دورہ ہونا چاہیئے تھا آخر
ات شروع ہو چکا ہے۔ اور اصل احترام و اکرام تمغوں اور اعزازات کے مستحق یہی مخلص
للہ ولرسولہ وللمومنین۔

اور ہے کہ تاریخ اسلامی کے ہر دور میں دین اور علوم نبویہ کی خدمت کرنے والے افراد،
بیہ کی سرخروئی سے سرشار اور نشاۃِ ثانیہ کیلئے مصروفِ کار خدام دین کا مطمح نظر ہرگز ہرگز
عہدے و مناصب اور دنیوی اعزازات و اکرامات نہیں رہا۔ ان کی نظر ہمیشہ اجر آخرت
نِ نبوت کے حامل ہوتے ہیں اُن کے مورثین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اعلان ہمیشہ یہی

رہا ہے۔ وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین۔ وہ ہر قسم کے اجر و مزد کی امید سے بے نیاز اجر آخرت پر نظر رکھے ہوتے ہیں۔ دنیا کا بڑے سے بڑا اجر و منصب جس کے مقابلہ میں پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ ان کی ساری جہد و عزیمت، جہاد و عمل اور کد و کاوش کا مقصود و مطلوب رضائے مولیٰ ہوتی ہے۔ وہ دنیا جہان کی حکومت و سلطنت سے بھی یہ کہہ کر صرف نظر کر دیتے ہیں کہ۔ اتمدوننی بمال وما آتانی اللہ خیر مما آتاکم بل انتم بھدیتکم تفرحون۔ وہ ہفت اقلیم کو بھی متاع الدنیا قلیل سمجھتے ہیں کہ اصل اجر اجر اُخروی ہے۔ ولاجر الآخرۃ خیر وابقیٰ۔ اقلیم نیم شب کی حلاوت و طمانیت سوز و ساز اور قرب و صال کی لذتیں ملک نیم روز کو ان کی نگاہوں میں حقیر بنا دیتی ہیں۔ ایسے لوگ اپنی ذات میں ایک جنت سموئے ہوتے ہیں جس کی وسعت و پنہائیوں کے مقابلہ میں دنیا کی ساری وسعتیں ہیچ ہیں۔ ان فی الدنیا جنۃ من لم یدخلہا لم یدخل جنۃ الآخرۃ اور دنیا کی یہ چند روزہ رعنائی اور آب و تاب ان کی نگاہوں کو خیرہ نہیں کر سکتی۔ کہ۔

ستم ہست گر ہوست کشد کہ بہ سیر و سرو چمن در آ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ درِ دلکشا بہ چمن در آ

کتنے گھاٹے اور خسارے میں ہوں گے وہ جن کی ساری دینی تگ و دو کا مطلوب و مقصود دنیائے فانی کا یہ چند روزہ شان و شوکت اور نام و نمود بن گیا ہو اور اس کے لئے وہ دین جیسی متاعِ گرانمایہ کو ثمن بخس بنا دیں اور کائنات کی سب سے قیمتی دولت کو دنیائے حقیر پر نثار کر دیں۔ ہمارے اکابر دعوت و عزیمت کی ہمیشہ یہ سنت رہی ہے کہ دین کی راہ میں وہ نہ کسی اجر و تحسین کے طلبگار رہے نہ کسی کی طعن و تشنیع اور مزاحمت ان کے پائے صبر و ثبات کو لغزش دے سکی۔ راہ عمل میں نہ تو پتھر اور کانٹے ان کے دامن کو الجھا سکے اور نہ اعزاز و اکرام کی سیج انہیں منزل مقصود سے غافل کر سکی بلکہ وہ ہر دم جوشِ عمل سے سرشار اصل کامیابی اور دائمی اجر کیطرف گامزن رہے۔

الحمد للہ کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ذات بھی اپنے اکابر اسلاف کا ایک حسین نمونہ ہے۔ وہ نہ تو اپنی ذات کو ان چیزوں کا سزاوار سمجھتے ہیں نہ اپنی خدمات کو اس اعتناء و اکرام کا مستحق۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیمی و دینی دعوتی اور اصلاحی میدانوں میں بے بہا توفیق سے نوازا جس کے عہد ساز اور عہد آفرین نتائج ظاہر ہو رہے ہیں اور آگے چل کر اور ظاہر ہوں گے لیکن اگر اس کی کوئی قیمت اور صلہ مل سکتا ہے تو خدائے رب العالمین کی بارگاہ ہی سے ہو سکتا ہے دنیا کا ایسا کوئی اعزاز اور تمغہ خود اس اعزاز کا اعزاز ہوتا ہے۔ اور بلا شبہ اس عظیم

سول اعزاز کی اتنی عزت افزائی کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ جو ایسے اکابر علم وفضل سے نسبت قائم ہوجانے سے ہوئی۔
حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کیطرف سے اس صدارتی ایوارڈ پر صدر پاکستان کو جو پیغام شکریہ بھیجا گیا۔ اس میں بھی تواضع وعبدیت اور اصل قدرومنزلت اجر آخرت کو پیش نظر رکھا گیا ہے جس کا متن یہ ہے۔

"یوم آزادی پر مجھ جیسے ناچیز اور گمنام شخص کو ستارۂ امتیاز جیسے معزز ایوارڈ سے نوازنا آپ کے دین پروری اور علم نوازی کا واضح ثبوت ہے۔ آپ کے دور میں دینی علم اور اہل علم کی قدردانی کے لائق تقلید روایات قائم ہوگئی ہیں۔ میں نے کچھ بھی دین کی خدمت نہیں کی اگر کچھ حقیر خدمت کی بھی ہے۔ تو میرا کمال نہیں محض اللہ کا کرم ہے مگر اس کا اصل اجر دار آخرت میں ملنے کی تمنا ہے۔ پھر بھی ناسپاسی ہوگی اگر اس ذرہ نوازی کا شکریہ ادا نہ کردں اللہ تعالیٰ آپ کو دینی وملی خدمات کی توفیق دے۔ صحیح رہنمائی سے نوازے اور اس کا اجر بھی آخرت میں عطا فرماوے۔ آمین۔"

علمی ثقافتی اور دینی حلقوں کے لئے یہ خبر ایک عظیم الشان خوشخبری سے کم نہ ہوگی کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے ہفت روزہ الہلال کے تمام مجلدات کو بالکل اس کی اصل حالت میں عکسی فوٹو لیکر ہمارے ایک فاضل دوست مولانا عبدالرشید ارشد صاحب نے الہلال اکیڈمی ۲۲-اے شاہ عالم مارکیٹ سے شائع کردیا ہے۔ الہلال دورِ اوّل ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۴ء کے تمام پرچے اپنے اصل سائز $\frac{20\times30}{4}$ میں گیارہ سو پچاس صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ الہلال ایک عہد ایک تحریک اور ایک جہاد تھا۔ الہلال ملتِ خوابیدہ کیلئے ایک صور اسرافیل تھا۔ الہلال ایک عہد ساز تاریخ تھا۔ اس کے کسی ایک پرچہ کو دیکھنے کیلئے بھی نگاہیں ترستی تھیں۔ مگر الہلال عنقا تھا۔ اب ایک باہمت انسان نے اس کو دوبارہ زندہ کرکے گویا چودھویں صدی کو پندرھویں صدی میں منتقل کردیا ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

دعواتِ حق جلد اوّل دستیاب ہے	ہم نہایت مسرت سے اعلان کرتے ہیں کہ بالآخر حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے خطبات ومواعظ افادات وعلوم پر مشتمل

عظیم الشان ذخیرہ دعواتِ حق جلد اوّل جو عرصہ سے ناپید تھی اب دوبارہ شائع ہونے کے بعد دستیاب ہے۔ جلد اوّل یا دونوں جلدیں بعجلت طلب فرمادیں ورنہ کئی سالوں تک ممکن ہے انتظار کرنا پڑے۔ قیمت جلد اوّل ۲۵/ روپے جلد دوم ۱۴/ روپے۔ ملنے کا پتہ: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔

فتح الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ پروفیسر
آف پولیٹیکل سائنس ۔ پشاور یونیورسٹی

افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے بین الاقوامی اثرات

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کی رات کو روس نے بڑے پیمانے پر اپنی فوجیں افغانستان میں اتار دیں ۔ یہ فوجیں ہر قسم کے جدید ترین اسلحہ سے لیس تھیں ۔ جن کو نہتے مسلمان افغان کے خلاف استعمال کیا جانا تھا ۔ یہ اقدام جس سرعت اور مستعدی سے انجام دیا گیا ۔ اس نے ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ۔ اور دفعتاً افغانستان دنیا کے مدبروں کیلئے سرِفہرست بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ۔ افغانستان پر روسی قبضہ کا منطقی اگلا قدم خلیج فارس اور بحرِ ہند کی جانب روسی پیش قدمی ہو سکتی تھی ۔ اس لئے مشرق و مغرب کے دارالحکومتوں میں افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کا تجزیہ اس کے ممکنہ اثرات اور جوابی کاروائی یا احتیاطی تدابیر کے طور پر مناسب اقدامات کرنے کے سلسلے میں مشورے ہونے لگے ۔ اس حیرت انگیز واقعہ پر بین الاقوامی ردِعمل اتنا فوری اور شدید تھا کہ شاید ہی زمانہ قریب کے کسی دوسرے بین الاقوامی مسئلے پر ایسا ردِعمل ظاہر کیا گیا ہو ۔ اور اسکی وجہ یہ ہے ۔ کہ افغانستان پر روس کا فوجی قبضہ نہایت دور رس نتائج کا حامل ہو سکتا ہے ۔ جس سے موجودہ بین الاقوامی نظام کی بنیادیں ہل جانے کا احتمال ہے ۔ روس کے اس ایک اقدام سے افغانستان کے علاوہ علاقے کے دوسرے ممالک پاکستان ، ایران ، ہندوستان اور چین بری طرح متاثر ہوئے ۔ مشرقِ بعید اور مغربی یورپ کے ممالک جنکی اقتصادی اور سیاسی قوت کا دارو مدار بڑی حد تک خلیج فارس کے تیل اور اس کے ترسیل کیلئے محفوظ آبی گذرگاہوں پر ہے ۔ سب کو اپنے مفادات فوری طور پر روسی خطرے کی زد میں نظر آئے ۔ اور اس نئے خطرے سے نمٹنے کیلئے اپنی پالیسیوں اور بین الاقوامی شعبوں میں مناسب رد و بدل کرنے پر مجبور ہوئے ۔ دنیا کی دوسری سپر طاقت امریکہ نے بھی اس واقعہ سے اپنے عالمی مفادات کو سخت دھچکا محسوس کیا ۔ اور اس نے فوراً ایسے اقدامات شروع کئے جس کا مقصد روس کو مزید پیش قدمی سے باز رکھنا اور افغانستان میں مداخلت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے سے محروم رکھنا تھا ۔

افغانستان میں روسی مداخلت کا پس منظر | ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کا واقعہ گو غیر معمولی سہی لیکن غیر متوقع نہیں تھا ۔

کیونکہ روس ایک عرصے سے افغانستان میں اپنے آپ کو مستحکم کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اور اگرچہ افغانستان ایک آزاد اور غیر جانبدار ملک کی حیثیت دنیا میں جانا جاتا تھا۔ لیکن روسی اثرات اس ملک میں اتنے گہرے ہو چکے تھے کہ افغانستان بھی مشرقی یورپ کے ممالک کی طرح روس کا ایک طفیلی ملک بنتا چلا جا رہا تھا۔ اور اس سے کسی ایسی آزادانہ پالیسی اختیار کرنے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی جس سے روس کی حمایت حاصل نہ ہو۔ افغانستان کئی لحاظ سے روس کے پنجے میں جکڑتا چلا جا رہا تھا۔ اقتصادی اور فوجی لحاظ سے افغانستان روس پر مکمل انحصار کرتا چلا گیا۔ اور روس اس اقتصادی اور فوجی امداد کی آڑ میں افغانستان کے اندر اس حد تک ثقافتی اور نظریاتی طور پر نفوذ کرتا چلا گیا۔ کہ روس کا قریبی ہمسایہ ہونے کی وجہ سے دنیا بھی افغانستان کو روس کے دائرۂ اثر میں شامل ملک تصور کرنے لگی۔ اور ایسا نظر آتا تھا۔ کہ جیسے سپر پاورز نے آپس میں دنیا کی اس غیر رسمی تقسیم میں افغانستان کو روس کے حصے میں شمار کیا ہے۔

روس نے بھی اپنی اقتصادی اور فوجی امداد افغانستان کو اس لئے فراہم نہیں کی کہ وہ ایک آزاد اور غیر جانبدار مسلمان ملک کی طرح اپنی آزادی کا تحفظ اور ترقی کرے۔ بلکہ وہ اس ملک کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنے زیر اثر یا زیر تسلط لا کر اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لئے ایک اڈے کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہ توسیع پسندانہ عزائم بحر ہند تک رسائی اور خلیج فارس کے تیل اور فوجی نقطہ نگاہ سے نہایت اہم مورچے پر قبضہ کرنے پر مشتمل تھے۔ چنانچہ روس افغانستان میں فوجی و اقتصادی امداد کے ساتھ ساتھ اشتراکیت پھیلانے اور اپنے ایجنٹس تیار کرنے کے منصوبے پر کافی عرصے سے کام کر رہا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اعلیٰ تعلیمی اور فوجی اور سول سروسز کے اداروں کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا گیا۔ ان اداروں میں بر سر عام الحاد و کفر اور کمیونزم کا پرچار ہوتا تھا۔ اور افغان حکومت روسی امداد پر اس حد تک انحصار کرنے لگی تھی۔ کہ وہ اپنے ملک کے اندرونی معاملات میں اس کھلی مداخلت کو روکنے سے عاجز تھی۔

روسی زعماء نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت افغانستان میں روسی اثر و نفوذ اور مداخلت کو ایک مرحلہ وار منصوبے کے تحت جاری رکھا۔ یہاں تک کہ وہ اس قابل ہو گئے کہ افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کو برطرف کر کے روس نواز سردار داؤد خان کو ایک فوجی انقلاب کے ذریعے ۱۹۷۳ء میں برسر اقتدار لائے۔ داؤد خان نے اس سے قبل اپنی وزارت عظمیٰ کے دس سالہ (۶۳-۱۹۵۳ء) دور میں افغانستان میں روسی مفادات اور اثر و رسوخ کو کافی بڑھایا۔ اس کے علاوہ وہ ایک سخت گیر حکمران تھا جس سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ افغانستان میں کمیونزم کے سیلاب کے سامنے احیائے اسلام کی تحریکوں نے جو بند باندھنے شروع کئے تھے۔ داؤد خان ان تحریکوں کا مؤثر سد باب کرے گا۔ مزید برآں سردار داؤد خان چونکہ شاہی

خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے وہ زیادہ مؤثر طریقے سے شاہ ظاہر شاہ کا نعم البدل ہو سکتا تھا۔ اور شاہی خاندان کی حکومت سے مانوس عوام الناس کے لئے اس سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا۔ کہ شاہی خاندان کا ایک فرد اسی خاندان کے کسی دوسرے فرد کی جگہ لے لے۔ سردار داؤد جو کمیونسٹ عناصر (جن کی تعداد افغان فوج میں کافی تھی) ہی کی مدد سے برسرِ اقتدار آیا تھا۔ "خلق" اور "پرچم" کمیونسٹ پارٹیوں کے افراد کو نوازنے لگا۔ اور ان نوجوانوں اور علماء کو جو افغانستان میں کمیونزم کا مقابلہ اسلامی نظام کے احیاء سے کرنا چاہتے تھے۔ جیلوں میں بند کرکے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ روسی لیڈر سردار داؤد سے جو کام لینا چاہتے تھے۔ وہ چند سالوں کے دوران پورا ہو چکا تھا۔ اور اب اسکی چنداں ضرورت نہیں رہی تھی۔ اور اس کو کمیونسٹ قیادت سے بدلنے کی تیاری ہو رہی تھی۔ سردار داؤد نے خود بھی ان روسی عزائم کو بھانپ لیا تھا۔ اور اس نے روس پر مکمل انحصار کی بجائے افغانستان کے تعلقات دوسرے ممالک کے ساتھ مفید بنیادوں پر استوار کرنے کی مؤثر کوششیں شروع کیں۔ اس سلسلے میں اس نے پاکستان کے ساتھ مستقل مخاصمت کی پالیسی ترک کرکے اس برادر اسلامی ملک کیطرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ دوسری طرف انہوں نے سعودی عرب ایران اور دوسرے اہل ثروت مسلمان ملکوں کے دورے کرکے افغانستان کیلئے خاطر خواہ اقتصادی امداد حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اس نے امریکہ کے ساتھ بھی تعلقات بڑھانے کا عزم ظاہر کیا۔

خارجی تعلقات کے میدان میں سردار داؤد کی کوششوں کا نتیجہ یہی نکل سکتا تھا۔ کہ افغانستان روس پر کم سے کم انحصار کرے گا۔ انہوں نے اپنی فوجی تربیت کی ضروریات جزوی طور پر ہندوستان سے پوری کرنے کا انتظام کر لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ روس سردار داؤد کے اس آزاد اور جرأت مندانہ خارجہ پالیسی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اپریل ۵، ۱۹اء کو ایک اور فوجی انقلاب کے ذریعے سردار داؤد خان کو اقتدار سے ہٹا کر بمعہ اہل خانہ قتل کر دیا گیا۔ اور کمیونسٹ لیڈر نور محمد ترکئی کو برسرِ اقتدار لایا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ وہی فوجی افسران جو سردار داؤد کو برسرِ اقتدار لائے تھے۔ انہوں نے ہی اسے قتل کرکے نور محمد ترکئی کو اقتدار سونپ دیا۔ دونوں انقلابات روس کے ایماء پر آئے اور دونوں موقعوں پر روس ہی پہلا ملک تھا جس نے انقلاب کے نتیجے میں قائم ہونیوالی حکومت تسلیم کرکے انہیں مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔

نور محمد ترکئی افغانستان کے کمیونسٹ (خلق) پارٹی کا لیڈر تھا۔ انہوں نے برسرِ اقتدار آتے ہی بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کمیونزم کو نافذ کرنے کیلئے راہ ہموار کرنا شروع کیا۔ فوج اور سول سروسز میں بڑے پیمانے پر چھانٹی شروع ہوئی۔ اور داؤد کے حمایتی عناصر کو فوج سے نکال دیا گیا۔ ملک کا نام جھنڈا اور دستور تبدیل کر دیا گیا۔ معروف اشتراکی نام اور SYMBOLS کا آزادانہ استعمال ہونے لگا۔ اسلامی ذہن

رکھنے والے افراد کو COUNTER REVLUTION کے الزام میں سزا کا مستحق قرار دیا گیا۔ خاص طور پر علمائے دین کو تشدّد کا نشانہ بنایا گیا۔ افغانستان کے عوام جو اپنے مذہب اسلام کے شیدائی ہیں اور اپنے علماء کی قدر دان ہیں۔ نور محمد ترکئی کی کمیونسٹ حکومت کے خلاف یہ عزم لے کر اٹھ کھڑی ہوئی کہ وہ اپنے اسلامی ملک افغانستان کو اشتراکی یا کمیونسٹ نہیں بننے دیں گے۔ ترکئی حکومت نے روس کی مدد سے نہتے لوگوں کو طاقت کے ذریعے کچل کر دبانا چاہا۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں افراد کو قتل کیا گیا۔ یا حوالۂ زندان کر لیا گیا۔ کسی کی عزّت آبرو محفوظ نہیں رہی۔ اسلامی اصول و اقدار کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہونے لگی۔ تاکہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کر کے اشتراکی اور کمیونسٹ بنا دیا جائے۔ مگر افغانستان کے غیور اور مجاہد عوام نے ہر سختی کو برداشت کیا۔ اور اسلام کے تحفظ کیلئے ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ بلکہ جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ کمیونسٹ حکومت کے مظالم سے لوگ تنگ آتے گئے۔ یہاں تک کہ خلق اور پرچم کے کمیونسٹ پارٹیوں کے علاوہ اس حکومت کا حامی اور کوئی نہ رہا۔

افغانستان کی کمیونسٹ پارٹی کے دو دھڑوں ۔ خلق اور پرچم ۔ میں پہلے سے چپقلش آ رہی تھی۔ اقتدار میں آجانے کے بعد ان اختلافات میں مزید اضافہ ہوا۔ اگرچہ دونوں دھڑوں کو حکومت میں شامل کیا گیا تھا۔ لیکن اختلافات کم ہونے کی بجائے بڑھتے گئے۔ اس کے علاوہ خلق پارٹی کے اندر بھی مختلف دھڑوں اور شخصیات میں کشمکش برپا تھی اسی طرح فوج کے اندر بھی مختلف دھڑے آپس میں برسرِ پیکار تھے۔ حکمران طبقہ کے اس اندرونی خلفشار کے ساتھ ساتھ حکومت کو اسلامی حلقوں کیطرف سے جہاد کا سامنا تھا جس میں حکومت بری طرح ناکام ہو رہی تھی۔ اور اس ناکامی سے ان کی اندرونی دشمنی مزید بڑھتی گئی۔

یہی حالات تھے جن میں پرچم کے لیڈر ببرک کارمل (موجودہ حکمران) کو تقریباً ملک بدر کر دیا گیا۔ اور ان کو مشرقی یورپ کو جلاوطنی کے دن گزارنے پڑے۔ خلق پارٹی کے اندر نور محمد ترکئی اور حفیظ اللہ امین کی باہمی مخالفت ایک اور خونی انقلاب پر منتج ہوئی جس میں ترکئی مارا گیا۔ اور حفیظ اللہ امین نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ ایک دفعہ پھر روس نے حفیظ اللہ امین کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے مبارکباد دینے میں سب سے سبقت حاصل کی۔ حفیظ اللہ امین نے آتے ہی کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ اس دفعہ ترکئی کے حامی عناصر کو فوج سے ختم کرنے کی باری تھی۔ اس طرح افغان فوج کے مختلف دھڑے آپس میں لڑ لڑ کر اور یکے بعد دیگرے تطہیر کا نشانہ بن کر تقریباً مفلوج ہو چکے تھے۔ ادھر مجاہدین کی قوت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ افغانستان کے بے کس مسلمان بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی بہت بڑی تعداد ترکِ وطن کر کے ہمسایہ ممالک پاکستان اور ایران میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ حفیظ اللہ امین حالات کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے پاکستان کے

ساتھ مفاہمت پر آمادہ ہونے لگے۔ پاکستانی وزیر خارجہ کے دورے کی تاریخ بھی مقرر ہو چکی تھی۔ لیکن چونکہ روس ہمیشہ سے پاکستان اور افغانستان کے باہمی دوستانہ تعلقات کو اپنے مفادات کے خلاف تصور کرتا رہا ہے۔ اس لئے پاکستانی وزیر خارجہ کے مجوزہ دورے سے دو دن پہلے (۲۷ دسمبر ۷۹ء) روس نے بڑی تیزی کے ساتھ اپنی فوجیں کابل میں اتار دیں۔ حفیظ اللہ امین کو قتل کر دیا گیا اور اسکی جگہ ببرک کارمل جو اس وقت تک ماسکو میں تھا، کی تخت نشینی کا اعلان کر کے روس نے اس کو بھی مبارکباد کا پیغام بھیجا۔

ظاہر ہے کہ اپریل ۱۹۷۸ء کے بعد سے جو حالات افغانستان میں تیزی سے رونما ہو رہے تھے۔ ان کے پیش نظر روس کا افغانستان میں فوجی مداخلت غیر متوقع بات نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی دنیا یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھی۔ کہ ایک سپر پاور اپنے قریبی دوست ہمسایہ اور چھوٹے ملک کے اندرونی معاملات میں فوجی مداخلت کر کے اسکی آزادی اور خودمختاری کو اس طرح پامال کرے گا۔ روس نے اپنی مداخلت کے جواز میں دنیا کے سامنے وہی روایتی دلیل پیش کی۔ جو اس سے پہلے زار روس کے توسیع پسند حکمران اپنے اردگرد کی چھوٹی ریاستوں کو ہڑپ کرنے کے بعد ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں۔ یعنی یہ کہ روس نے اپنی جنوبی سرحدوں کو محفوظ کرنے کے لئے یہ مداخلت کی ہے۔ اس سلسلے میں ایرانی وزیر خارجہ جناب قطب زادے کا تبصرہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ جب انہوں نے اسلامی وزرائے خارجہ کے ہنگامی اجلاس کے موقعہ پر کیا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ "روس اپنی سرحدات کو محفوظ کرنے کے لئے کہاں تک جانا چاہتا ہے۔"

افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے اس غیر معمولی اقدام نے جہاں تمام دنیا کو چونکا دیا۔ اور بین الاقوامی تعلقات کو ایک نئے اور سنگین بحران سے دوچار کر دیا۔ وہاں اس علاقے کے ممالک خاص کر پاکستان کو سخت خطرات میں ڈال دیا۔

افغانستان کے باہر روسی مداخلت سے جو ملک سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ وہ پاکستان ہے۔ صدیوں سے افغانستان روس اور برصغیر پاک و ہند کے درمیان بغیر BUFFER STATE کے طور پر قائم تھا۔ اب روسی فوجیں پاکستان کی سرحد پر آ بیٹھیں۔ اور پاکستان کے لئے ایک مستقل فوجی خطرہ بن گئیں۔ یکایک پاکستان فرنٹ لائن سٹیٹ بن گیا۔ اس نئے کردار کے لئے پاکستان فوجی، اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے تیار نہیں ہے۔ پاکستان کے متعلق روسی عزائم کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کا اظہار بارہا کشمیر کے مسئلے اور مشرقی پاکستان کی بزور علیحدگی میں روسی کردار سے ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے۔ کہ روس آئندہ بھی پاکستان کے مزید حصے بخرے کرنے یا اس کو مکمل طور پر صفحۂ ہستی سے مٹانے میں کوئی تامل نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ بحر ہند کے گرم پانی تک رسائی کے قدیم روسی عزائم اور ان آبی گذرگاہوں پر کنٹرول حاصل کرنا جن کے

ذریعے خلیج فارس کا تیل مشرق و مغرب کو پہنچتا ہے۔ بھی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ بحر ہند تک رسائی کے لئے روس کی نظریں افغانستان کے بعد پاکستان کے صوبہ بلوچستان پر لگی ہوئی ہیں۔ بلوچستان کا علاقہ زیادہ تر غیر آباد اور پس ماندہ ہے۔ اور روسی ایجنٹ مدتوں سے وہاں سرگرم عمل ہیں۔ اس پس منظر میں افغانستان میں روسی افواج کی موجودگی پاکستان کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے۔ مزید براں روسی حملے کے بعد پاکستان کی طرف ہجرت کرنے والے افغان مہاجرین کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ روسی فوج کی بربریت کی وجہ سے افغانستان کے سینکڑوں ہزاروں دیہات تباہ ہو چکے ہیں اور وہاں کے مکین پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔ ان مہاجرین کی تعداد فی الوقت ۲۰ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں مہاجرین کو سنبھالنا پاکستان جیسے غریب ملک کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اور اگرچہ بیرونی امداد سے پاکستان کے اس بوجھ میں کچھ کمی واقع ہوئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان کی کمزور اقتصادی حالت مہاجرین کی کفالت کے بوجھ سے متاثر ہو رہی ہے۔

اس کے علاوہ اگرچہ پاکستان نے افغان مہاجرین کی امداد انسانی ہمدردی کی بنیاد پر صرف رہائش، خوراک اور علاج و معالجے تک محدود رکھی ہے۔ پھر بھی روس متواتر پاکستان پر الزام لگا رہا ہے۔ کہ وہ افغان مجاہدین کی فوجی تربیت اور اسلحہ کی فراہمی کا بندوبست بھی کر رہا ہے۔ اور اس پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ کہ پاکستان انسانی ہمدردی کی بنیاد پر بھی مہاجرین کی مدد سے باز رہے۔ اور ان کو ملک سے نکال دے۔ اگرچہ یہ بات پاکستان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی روسی خطرے اور دھمکی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ان حالات اور خطرات کے پیش نظر پاکستان نے بین الاقوامی سطح پر افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے خلاف عالمی رائے عامہ کے دباؤ کے تحت افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں پاکستان نے اسلامی کانفرنس، اقوام متحدہ اور غیر جانبدار تحریک کے اجلاسوں میں اپنے اس موقف کیلئے عالمی تائید حاصل کرنے کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ تاکہ:

۱۔ افغانستان سے تمام غیر ملکی افواج واپس چلی جائیں۔ ظاہر ہے کہ افغانستان میں صرف روسی افواج موجود ہیں۔

۲۔ افغان مہاجرین کو عزت و آبرو کے ساتھ پرامن ماحول میں افغانستان واپس جانے دیا جائے۔

۳۔ افغان عوام کو بغیر کسی بیرونی دباؤ کے اپنی مرضی کی حکومت اور نظام قائم کرنے کا حق ملنا چاہیئے۔

۴۔ افغانستان کی خود مختار، غیر جانبدار اور مسلمان حیثیت بحال کیا جائے۔

افغانستان کے اس بحران نے پاکستان کیلئے جہاں کئی مسائل کھڑے کر دیئے ہیں۔ وہاں ایک مثبت اثرات کا حامل پہلو بھی سامنے آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مفاد پرست افغان حکمرانوں اور بعض بیرونی طاقتوں نے

افغان عوام کے دلوں میں پاکستان کے خلاف جو شکوک و شبہات پیدا کئے تھے۔ افغان عوام کے ابتلا کی اس گھڑی میں پاکستان نے جس خلوص و محبت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس نے افغان عوام کے دلوں پر انمٹ اثرات چھوڑ دیئے ہیں۔ پاکستان کے قیام سے لیکر موجودہ بحران تک افغان عوام کو ہمیشہ یہ باور کرایا جاتا رہا کہ پاکستان ایک غاصب ملک ہے جس نے نہ صرف افغانستان کے ایک حصے پر قبضہ کر رکھا ہے۔ بلکہ افغانستان کو اگر کہیں سے جارحیت کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ پاکستان ہے۔ افغان حکمرانوں نے ہمیشہ اپنی کوتاہیوں اور استبدادی طرز حکمرانی سے عوام کی توجہ ہٹانے کیلئے پاکستان کے خلاف پختونستان کا مسئلہ کھڑا کیا اور اس کی آڑ میں اندرونی ملک من مانی کرتے رہے۔ اس سازش میں پاکستان کے مخالف بعض علاقائی اور عالمی طاقتیں افغان حکمرانوں کے ساتھ شریک تھیں۔ اور اس کے بدلے ان کو ہر قسم کی مالی سیاسی اور سفارتی امداد دے رہی تھیں۔ موجودہ بحران نے افغان عوام پر حقیقت حال پوری طرح واضح کر دی ہے۔ ان کو معلوم ہوا کہ غاصب دراصل پاکستان نہیں۔ کوئی اور ہے۔ وہ یہ بھی جان گئے کہ پختونستان کا مسئلہ مصنوعی طور پر بعض عناصر نے اپنی مطلب برآری کیلئے کھڑا کیا تھا۔ اور جن بیرونی طاقتوں نے اس مسئلے پر دو برادر مسلمان ملکوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیا تھا۔ وہی طاقتیں دراصل اسلام کے خلاف اپنے عناد کیوجہ سے افغانستان اور پاکستان دونوں کو کمزور رکھنا چاہتی تھیں۔ اس لئے یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ افغان بحران نے پاک افغان تعلقات سے پختونستان کا کانٹا نکال دیا ہے۔ اور آئندہ کیلئے آزاد افغانستان اور پاکستان کے درمیان اسلامی اخوت کی بنیاد پر نہایت دوستانہ اور قریبی تعلقات کے امکانات موجود ہیں۔

افغان بحران نے جس دوسرے علاقائی ملک کو فوری طور پر متاثر کیا ہے۔ وہ ایران ہے۔ ایران میں بھی افغان مہاجرین کی کافی تعداد پناہ لے چکی ہے۔ اور چونکہ ایران بذات خود اسلامی انقلاب سے گذر رہا ہے جس کی وجہ سے ایران اور علاقے میں عدم استحکام کی فضا پیدا ہو گئی ہے۔ اس فضا میں روس کی طرف سے فوجی مداخلت کیلئے اپنی جنوبی سرحدات کو محفوظ بنانے کا جو جواز پیش کیا جا رہا ہے۔ بعض حلقوں میں اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے۔ کہ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد اس کے اثرات افغانستان اور روس کے زیر تسلط وسط ایشیا کے مسلمانوں میں پھیلنا ناگزیر ہے۔ چنانچہ روس ایران کے اسلامی انقلاب کو ناکام بنانے یا اس کا رخ اشتراکیت کیطرف پھیرنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ اور چونکہ ایران دوسری عالمی طاقت امریکہ کے ساتھ بھی الجھا ہوا ہے۔ اس لئے روس کیطرف سے اسکو زیادہ خطرہ ہے۔

یہ بات بھی یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے۔ کہ روس نے اتنا غیر معمولی اقدام جسکی وجہ سے اسکو ساری دنیا میں خفت اٹھانی پڑ رہی ہے۔ صرف افغانستان پر قبضہ کیلئے نہیں اٹھایا۔ کیونکہ افغانستان تو پہلے ہی سے اس کا

زیر اثر ملک تھا۔ بلکہ اس اقدام کا مقصد خلیج فارس کے تیل کے چشموں اور تجارت اور نقل وحرکت پر قبضہ کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے روس کو ایران ہی سے گذرنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ پاکستان کیطرح ایران کو بھی روسی جارحیت کا سامنا ہے۔

علاقے کا دوسرا ملک جو افغان بحران سے متاثر ہوتا نظر آرہا ہے۔ وہ ہندوستان ہے۔ اگرچہ ہندوستان گومگو کی کیفیت میں ہے۔ اسے افغانستان کے واقعات پر تشویش بھی ہے۔ لیکن کھل کر روس کی مخالفت بھی نہیں کرتا۔ اقوام متحدہ میں اس نے روس کے خلاف ووٹ دینے سے احتراز کیا۔ لیکن غیر جانبدار تحریک کے اجلاس میں جو ہندوستان ہی میں منعقد ہوئی، اسے بادل ناخواستہ تحریک کی اس قرارداد کی حمایت کرنی پڑی جس میں روسی افواج کے انخلا کے لئے کہا گیا ہے۔ ہندوستان کی اس جھجک کی وجہ وہ بھاری فوجی اور اقتصادی امداد ہی ہوسکتی ہے۔ جو وہ روس سے حاصل کر رہا ہے۔ نیز چین کے ساتھ اپنے تنازعات میں بھی ہندوستان کو روس کی حمایت اور امداد کی ضرورت ہے۔ تاہم حکومت کے اس مبہم پالیسی کے باوجود ہندوستان کے عوام افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے مضمرات سے بے خبر نہیں ہے۔ وہاں کی حزب اختلاف اس معاملہ میں حکومت کی پالیسی کے برعکس روسی مداخلت پر بھرپور تنقید کرتی ہے۔ اور حزب اختلاف کے اس مؤقف میں کافی وزن محسوس کیا جارہا ہے۔ جو وہ تاریخ کے حوالے سے پیش کرتے ہیں کہ جو حملہ آور ہندوکش عبور کرکے قندھار پہنچا ہے وہ دہلی پر بھی قابض ہو چکا ہے۔ یہ مؤقف ہندوستان کی رائے عامہ پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں روسی فوج کشی سے ہندوستان کو بھی اتنا ہی خطرہ ہے۔ جتنا پاکستان کو۔ جغرافیائی اور فوجی نقطۂ نگاہ سے برصغیر ایک وحدت ہے۔ اور اس کی دفاع برصغیر کے ممالک مل کر ہی کر سکتے ہیں بے اتفاقی اور باہم دشمنی کی صورت میں یہ ممالک الگ الگ شکست کھا جاتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں ہندوستان سے زیادہ معقولیت کی امید کی جاسکتی تھی۔ بایں ہمہ موجودہ بحران نے ہندوستان اور پاکستان دونوں میں یہ احساس پیدا کر لیا ہے۔ کہ کشیدگی کی فضا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ اور مفاہمت اور رواداری کی فضا میں دونوں کو اپنے تعلقات معمول پہ لانا چاہیئے۔

علاقے کا ایک اور اہم ملک چین بھی روسی توسیع پسندی کی پالیسی سے غافل نہیں رہ سکتا۔ روس بھی چین کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف ہے۔ اور چین وامریکہ کے درمیان تعلقات معمول پہ آنے سے روس کے اس خوف میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ روس کی یہ کوشش رہی ہے۔ کہ چین کو گھیرے میں لے لے۔ اس مقصد کے لئے اس نے ہندچینی میں ویٹ نام کے ذریعے چین کے گرد دائرہ تنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور دوسری طرف بحر ہند میں مضبوط اڈے بنا کر چین راستہ بحر ہند اور خلیج فارس کیطرف روکنا چاہتا ہے۔ بریزنیف کا ایشیائی

سیکورٹی کا منصوبہ بھی چین کے گرد دائرہ تنگ کرنا تھا۔ افغانستان میں روس کی موجودہ مداخلت ان مقاصد کے حصول کی طرف پیش قدمی بھی ہوسکتی ہے جس کے لئے ایشیائی سیکورٹی کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ لیکن جو علاقے کے ممالک نے مسترد کر دیا تھا۔

جنوبی ایشیا میں پاکستان چین کا قابل اعتماد دوست ہے۔ افغان بحران سے براہ راست متاثرہ اس دوست ملک کی تائید کیلئے چین کے وزیر اعظم نے حال ہی میں پاکستان کا دورہ کیا۔ اور چین کی حمایت اور امداد کا یقین دلایا۔ اسی طرح روسی خطرے کے پیش نظر چین نے ہندوستان کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کیلئے باہمی تنازعات کا پُر امن حل ڈھونڈنے کیلئے گفت و شنید کی پیش کش کی ہے۔ اور چین کے وزیر خارجہ نے اس مقصد کیلئے حال ہی میں ہندوستان کا دورہ کیا ہے۔

مختصراً چین بھی روسی خطرے کے پیش نظر علاقے میں کشیدگی کم کرنے اور اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کا خواہاں ہے۔ اپنے معدنی وسائل اور فوجی نقطۂ نظر سے خلیج فارس کی اہمیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے۔ لیکن افغانستان کے بحران نے اس خطے کو بڑی طاقتوں کی کشمکش کا آماجگاہ بنا دیا ہے۔ افغانستان میں آنے کے بعد روسی فوجیں آبنائے ہرمز سے صرف پانچسو میل کے فاصلے پر رہ گئی ہیں۔ اور اپنی فوجی استعداد تیز حرکت کی اہلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے روس کسی بھی وقت خلیج فارس کی اس شاہ رگ پر کاری ضرب لگا سکتا ہے۔ اور چونکہ مغربی یورپ اور جاپان کی صنعتی ترقی اور اس لئے فوجی قوت اور سیاسی مرتبہ کا دارومدار خلیج فارس کے تیل پر ہے۔ اور اس تیل کے بند ہوجانے پر یہ طاقتور صنعتی ممالک گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس ایک کامیاب اقدام سے روس اپنے مدمقابل طاقتوں کو بغیر لڑائی لڑے سرنگوں کرے گا۔ یہ مغربی ممالک اس صورت حال سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور یہ ممالک بشمول امریکہ جو ان ممالک کا اتحادی ہے۔ بجا طور پر افغانستان پر روس کی فوج کشی سے بڑے مضطرب ہیں۔ اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ان کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ وہ نہ صرف خلیج کے ممالک اور مشرق اوسط کے ملکوں کے تیل کے ذخائر کی حفاظت کریں۔ بلکہ ان آبی گذرگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں۔ جن پر خلیج کا یہ تیل بڑی مقدار میں مشرق و مغرب کی طرف سپلائی ہوتا ہے۔ یہ مفادات ان کے لئے اتنے اہم ہیں۔ کہ اس کے لئے وہ جنگ کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت یہ علاقہ بڑی طاقتوں کی کشمکش کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اور دونوں سُپر پاور بحر ہند میں زیادہ سے زیادہ فوجی طاقت جمع کر رہی ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو افغان بحران نے عالمی سیاست اور کشیدگی کے مرکز کو یورپ اور مشرق بعید سے اٹھا کر بحر ہند اور خلیج فارس کو مرکز بنا دیا ہے۔ جہاں پر تیسری عالمی جنگ کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

جیسے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ کہ روس اس کاروائی سے مغربی یورپ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے

مغربی یورپ کے ممالک خاص کر برطانیہ نے اس واقعہ پر سخت ردِعمل کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اور اسے مشرق و مغرب کے درمیان مفاہمت (دیتانت) اور بقائے باہمی کے اصول اور پالیسی کے لئے ناقابل تلافی نقصان ٹھہرایا ہے۔ مغربی یورپ کے ممالک کی کوشش یہ ہے۔ کہ کسی طرح روس کو افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے پر آمادہ کیا جائے۔ اور اس قضیے کو پُر امن طور پر حل کیا جائے۔ کیونکہ ان میں مزید لڑائیاں لڑنے کی نہ سکت ہے۔ اور نہ خواہش۔ اس لئے وہ نہیں چاہتے۔ کہ روس اور امریکہ ایک دوسرے کی مخالفت میں تصادم کی حد تک پہنچ جائیں۔ مغربی یورپ کے ممالک پہلے اس بات کو یقینی بنانا چاہتے ہیں کہ روس افغانستان سے آگے نہ بڑھے اور پھر روسی افواج کو افغانستان سے واپس کروا دیا جائے۔

اپنے استعماری دور میں چونکہ برطانیہ ان علاقوں میں حکمران رہا ہے۔ اور اب بھی اس کے اقتصادی مفادات نسبتاً زیادہ ہیں۔ اس لئے فطری طور پر اپنے تجربے اور دلچسپی کی وجہ سے وہ اس معاملہ میں مغربی یورپ کو قیادت فراہم کر رہا ہے۔ اور باقی ممالک کم و بیش برطانیہ ہی کے تجزیئے اور تجاویز سے اتفاق کر لیتے ہیں۔ حال ہی میں برطانیہ کا وزیر خارجہ لارڈ کیرنگٹن افغان بحران پر روسی لیڈروں سے بات چیت کرنے کے لئے یورپی برادری کے نمائندے کی حیثیت سے ماسکو گئے تھے۔ اگرچہ روس نے افغانستان سے اپنی انخلا کے بارے میں کیرنگٹن کی تجاویز مسترد کر دیں۔ تاہم افغانستان کے سلسلے میں مغربی یورپ کی تشویش کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان ممالک کا خیال ہے کہ افغانستان سے فوجیں واپس کرنے کے بغیر مشرق و مغرب میں مفاہمت اور بقائے باہمی کی فضا بحال نہیں ہو سکتی۔ جبکہ اس مفاہمت کی افادیت کا احساس دونوں فریقوں کو ہے۔

افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے بارے میں امریکہ کا ردِعمل خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں وہی دوسری سپر پاور ہے جو روس کا راستہ روک سکتی ہے۔ اور جو درحقیقت روس کے ساتھ عالمی سطح پر مسابقت میں لگا ہوا ہے۔ عالمی امن کے قیام کیلئے یہ دونوں طاقتیں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اور اسی طرح امنِ عالم کو تباہ بھی کر سکتی ہیں۔ اس لحاظ سے ان ممالک پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

یہ دونوں سپر پاورز اپنی فوجی و اقتصادی قوت کے بل بوتے پر اور اپنے اتحادیوں کی مدد سے اپنے اپنے عالمی مفادات کیلئے ہر وقت اور ہر جگہ ایک دوسرے کیساتھ مسابقت میں لگے ہوئے ہیں ۱۹۵۰ء کی دہائی کی سرد جنگ کے بعد دونوں بلاکوں کے درمیان بقائے باہمی کے اصول کے تحت باہمی مفاہمت عمل میں آئی جس کی رو سے دونوں فریق ایک دوسرے کے جائز مفادات اور دائرہ اثر میں مداخلت نہ کرنے کے پابند تھے۔ اس کے علاوہ مہلک اسلحہ میں تخفیف کے ذریعے عالمی کشیدگی کی فضا کو پُر امن اور خوشگوار فضا میں بدلنے کے لئے کوشاں رہنا اس مفاہمت کا حصہ تھا۔ اس مفاہمت کو دیتانت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مغربی ممالک کو

روس سے یہ شکایت رہی کہ وہ دیتانت کے پردے میں آہستہ آہستہ اپنے مفادات کو مغربی ممالک کے مفادات کی قیمت پر وسعت دیتا رہا ہے۔ دیتانت ہی کے زمانے میں روس تیسری دنیا کے تقریباً بیس ممالک کو مختلف طریقوں سے اپنے دائرہ اثر میں لے آیا۔ اور مغربی بلاک کے ممالک کو اقتصادی، فوجی اور سیاسی لحاظ سے مفلوج کرنے کی کوشش کرتا رہا جسکی وجہ سے تیسری دنیا کے ممالک میں امریکہ اور مغربی بلاک کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ افغانستان میں روسی مداخلت اس سلسلے کی سب سے نئی اور تازہ کامیاب کوشش تصور کی جاتی ہے۔ چونکہ امریکہ میں روس کے ہاتھوں بتدریج پسپائی کا احساس پہلے سے تھا۔ اس لئے اس واقعہ پر سخت ردعمل ایک فطری بات تھی۔ غالباً روس کو اس قدر سخت امریکی ردعمل کی توقع نہیں تھی۔

روسی فوجی مداخلت کے وقت امریکہ میں جمی کارٹر صدر تھا۔ اس پر روس کے مقابلہ میں نرم پالیسی پر عمل پیرا ہونے کا الزام ہے۔ لیکن اس معتدل صدر کو بھی افغانستان کے واقعہ کے نتیجہ میں پہنچنے والی امریکی مفادات کی یہ زک اتنی شاق گذری کہ اس نے فوراً روس کے خلاف چند پابندیاں لگانے کا حکم دیا جن میں روس کو اناج اور ٹکنالوجی کی برآمد اور تخفیف اسلحہ کے طے شدہ معاہدہ کی سینیٹ سے توثیق کو مؤخر کرنا شامل تھا۔ اس کے علاوہ اس نے امریکی فوجی تیاری پر (جس کے اخراجات کا بجٹ سال بہ سال کم ہوتا جا رہا تھا۔) زیادہ رقم خرچ کرنا شروع کیا۔ اور ایسے فوجی دستے تیار کرنے کا حکم دیا جن کو مختصر نوٹس پر خلیج فارس کے دفاع کیلئے پہنچایا جا سکے۔ ان تمام اقدامات کے باوجود روس کے مقابلہ میں کمزوری دکھانے کا الزام کارٹر کے گلے کا طوق بنا رہا۔ یہاں تک کہ صدارتی انتخاب میں امریکی عوام نے کارٹر کو بری طرح مسترد کر دیا۔

دوسری طرف رونلڈ ریگن نے روس کے ساتھ فوجی اور دوسرے شعبوں میں سابقت کرکے امریکہ کی سابقہ برتری بحال کرنے کا عزم ظاہر کرکے امریکی عوام سے حمایت حاصل کی اس طرح افغانستان کے بحران نے امریکہ کے خارجہ تعلقات کے ساتھ ساتھ اس کے اندرونی سیاست پر بھی دور رس اثرات ڈالے۔

امریکہ کے نئے صدر نے خارجہ تعلقات کے میدان میں افغانستان کے بحران اور اس سے پیدا ہونے والی صورت حال کو اولیت دی ہے۔ اس نے روس کے بار بار کے تجاویز کے باوجود سربراہی ملاقات پر رضامندی سے انکار کیا۔ اور اس بحران سے بری طرح متاثر ملک پاکستان کو حسب ضرورت فوجی اور اقتصادی امداد دینے کیلئے ضروری اقدامات کئے۔ بحر ہند اور خلیج فارس میں بھی ریگن انتظامیہ اپنی فوجی قوت کو بڑھانے میں مصروف ہے۔ اس طرح روس بھی بحر ہند میں اپنی استعداد بڑھا رہا ہے جس سے دونوں طاقتوں کے درمیان آویزش کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔

افغانستان اسلامی اور غیر جانبدار ملک ہونے کے ناطے سے اسلامی کانفرنس اور غیر جانبدار تحریک کا

(باقی ص ۵۲ پر)

توانائی بخش غذائی اجزا کا ایک
لطیف اور خوش ذائقہ مرکب جس میں
صرف شدہ توانائی اور کھوئی ہوئی
طاقت بحال کرنے کی تمام تر
خصوصیات ہیں۔

لحمینا کا مسلسل استعمال
آپ کو چاق و چوبند رکھتا ہے۔

لحمینا

ایک مکمّل غذائی ٹانک
خاندان کے ہر فرد کے لئے

Adarts L 1/80
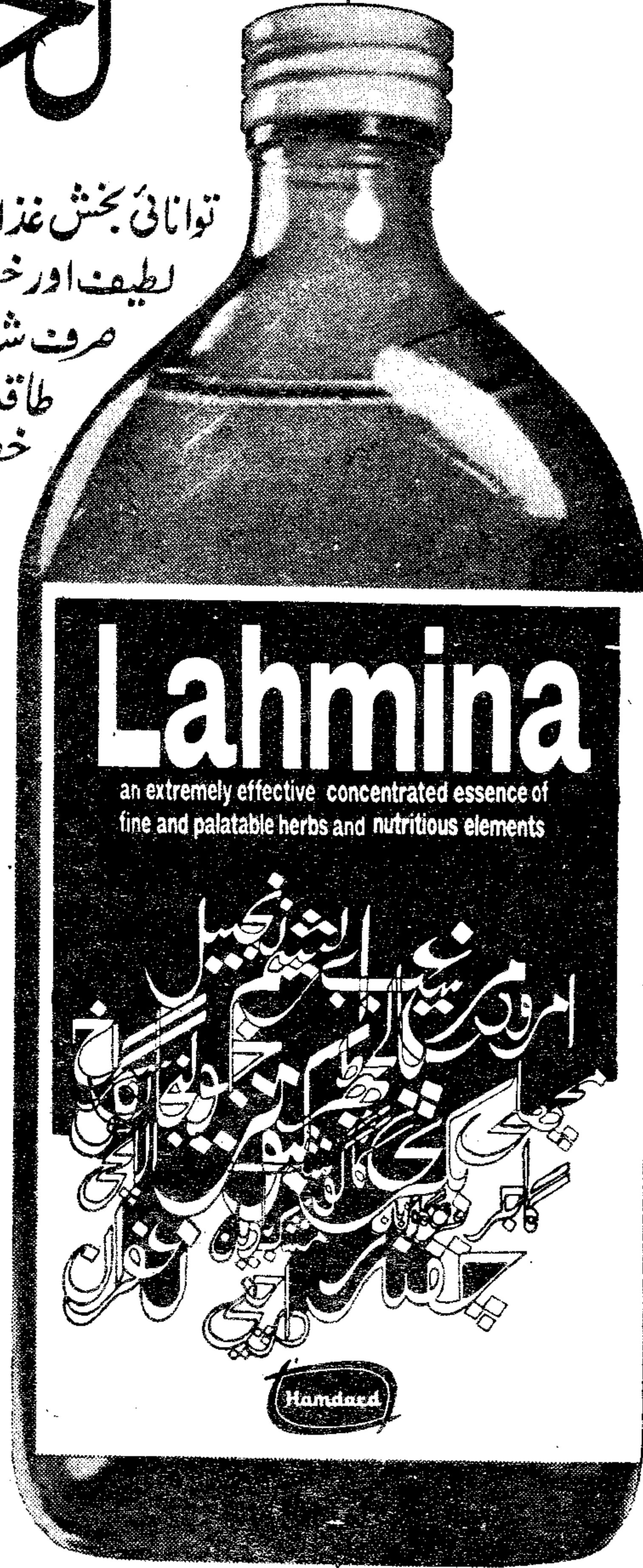
جہادِ افغانستان اور فضلائے دار العلوم حقانیہ

جنگی محاذوں سے آئی ہوئی تازہ رپورٹیں

صبری منگل | جبہہ۔ صبری منگل کے امیر مولوی قربان اللہ حقانی اپنے مراسلہ میں رقم طراز ہیں کہ ۱۹-۱-۱۳۶۰ کو ہم نے صبری منگل کے ساتھ ملحد روسیوں سے مقابلہ کیا۔ جو تقریباً چار گھنٹے تک جاری رہا۔ دہریہ حکومت کے ۱۵ ٹینک اور تقریباً ۱۱۶۔ افراد ہلاک ہوئے۔ مجاہدین میں سے دو افراد نے جام شہادت نوش کیا اور دو زخمی ہوئے۔ ہماری تعداد دو سو تھی۔ دہریہ حکومت کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ مگر اسلام و ایمان اور قرآن کریم کی قوت و طاقت سے ہم نے ان سے مقابلہ کیا اور ہمیشہ کی طرح اب بھی ہمیں کامیابی ہوئی۔ ہم آپ کو لکھ رہے ہیں کہ اسے ریکارڈ میں محفوظ کر دیں۔

نری گربز | دار العلوم حقانیہ کے ایک مجاہد فاضل مولانا گلا خان افغانی امیر ولایت خوست پکتیا افغانستان محاذِ جنگ سے اپنے مراسلوں میں لکھتے ہیں:۔

مورخہ ۱-۳-۱۳۶۰ کو جبہہ نری گربز نے مولانا محمد دیندار صاحب فاضل حقانیہ کی جماعت کے ساتھ مجاہدین وزیان نامی گاؤں سے گذرنے والی سڑک پر قوم گربز کی علاقہ داری یعنی تحصیل پر کارملی لشکر پر حملہ کیا۔ نتیجۃً مجاہدین کامیاب رہے اور دشمن کے بارہ سپاہی مع اسلحہ مجاہدین کے سامنے سپر انداز ہوتے۔ یہ لڑائی دن بھر جاری رہی۔ مجاہدین کی تعداد ۱۴۔ اور کارملی فوجیوں کی تعداد ایک سو تھی مگر ہمیں فتح نصیب ہوئی۔ آپ ایک دوسرے مراسلے میں لکھتے ہیں۔

۱۰-۳-۱۳۶۰ کو خوست ہی کے حرکت انقلاب اسلامی کے مجاہدین نے جبہہ نری گربز و مولانا دیندار صاحب کی جماعت نے خوست کے ہوائی اڈہ پر ایک چار سیٹوں والے طیارے پر حملہ کیا۔ طیارہ اڈہ کے آس پاس گر کر تباہ ہو گیا۔ یہی مولانا گلا خان حقانی ایک دوسرے جنگی مراسلہ میں ضلع پکتیا ورگون کے محاذ کے بارہ میں مزید رقم طراز ہیں:۔

مورخہ ۶-۳-۱۳۶۰ کو مجاہدین نے ورگون کے مرکزی قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو تا حال جاری ہے۔ مجاہدین

میں سے بارہ نے جام شہادت نوش کیا اور غالباً دوسو سے زائد روسی ہلاک ہوئے۔ انہیں جانی و مالی نقصان کافی اٹھانا پڑا۔

جبہہ پروان | دارالعلوم حقانیہ کے ایک اور مجاہد وغیور فاضل مولوی عبدالغنی صاحب ولد مولانا خوشدل خان جو ۱۳۹۰ھ میں دارالعلوم سے درجہ علیا میں فارغ ہوئے اور اپنے علاقہ پروان کوہ دامان میں مصروف خدمت دین ہیں ان دنوں مولانا محمد یونس خالص حقانی کے حزب اسلامی کے ساتھ ایک اہم محاذ بگرام میں کمندان (ایک فوجی عہدہ) ہیں اپنے ایک مراسلہ میں جنگی معرکوں کی مختصر رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

ضلع پروان چاریکار تحصیل بگرام علاقہ کوہ دامان شمالی افغانستان میں پچھلے چند ماہ میں مجاہدین کے قابل ذکر معرکے مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ پہلا معرکہ بگرام برلب سڑک روسیوں اور خلقیوں کے چھ سو افراد ہلاک ہوئے اور ۲ مجاہدین شہید اور ایک زخمی ہوا
۲۔ دوسری لڑائی بگرام نیازی موضع باری کا میں ہوئی پچاس مجاہد شہید ہوئے اور ۵ دہریے ہلاک ہوئے۔
۳۔ تیسری لڑائی مقام قرہ باغ میں ہوئی جس میں دشمن کے پچاس سپاہی ہلاک ہوئے۔
۴۔ چوتھا معرکہ مقام عبدالالی برج بگرام میں ہوا جس میں ساٹھ روسی ہلاک اور پانچ ٹینک تباہ ہوئے۔
۵۔ پانچویں لڑائی سید خیل میں ہوئی جس میں دوسو دہریے ہلاک ہوئے۔
۶۔ یہ جنگ عین صدر مقام پروان میں ہوئی جیل خانہ پر حملہ کرکے مرد اور عورتوں قیدیوں کو مجاہدین نے رہا کیا ایک بنک لوٹا گیا اور سرکاری دفاتر پر یلغار کی۔ بارہ مجاہدوں نے جام شہادت نوش کیا۔

کوٹکی تھانہ | مولوی سعیداللہ افغانی جو بیس سالہ نوجوان افغان طالب علم ہے اور دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم ہے تعطیلات رمضان میں جہاد میں مشغول رہے وائیں آنکھ کے اوپر جہاد فی سبیل اللہ کا ایک حسین زخم لئے ہوئے اب دوبارہ مصروف تعلیم ہے اپنے ایک مجاہدانہ شبخون کا حال یوں بیان کیا ہے۔

میں ۵ شوال کو اپنے نڈر اور بہادر ساتھیوں کے ساتھ جن کی تعداد ساٹھ تھی دشمن سے مقابلہ کے لئے نکلے کوٹکی تھانہ پہنچ کر رات کے ۹ بجے ہم نے شب خون مارا۔ بارش سے زیادہ ہم پر توپ کے گولے برسائے جاتے رہے مگر ہم رینگتے ہوئے دشمن کی چوکی کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ ہم نے کوٹکی تھانہ میں بم پھینک دیے مگر تھانہ بلندی پر ہونے کے باعث دستی بم ہماری طرف واپس لوٹ آتے تھے۔ دشمن کے پاس توپیں اور فائرنگ کے مختلف قسم کے آلات تھے مگر ہمارے ایمانی جذبہ کی یہ حالت تھی کہ ہمارا ایک ساتھی جس کا نام، والی گے، تھا جذبہ ایمانی سے بے قابو ہوکر تھانہ کے دروازوں کو پتھر مار مار کر توڑنے کی کوشش شروع کردی۔ حتیٰ کہ صبح کی اذان ہوگئی۔ اور ہم نے واپس پہاڑوں میں جاکر پناہ لی۔ نماز ادا کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے نصرت اور مدد کی دعا مانگتے رہے۔ بہرحال جوں

توں کر کے دن گذارا۔ اور رات کے آٹھ بجے دوبارہ ہم اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور دشمن کی چوکی کا رخ کیا۔ دشمن نے اس رات ہر چہار طرف سے زمین پر مائنز (خفیہ بم) کا جال بچھا دیا تھا۔ جو کسی کا قدم پڑ جانے سے فوراً پھٹ جاتے۔

میری پیشانی پر جو زخم ہے وہ ایسے ہی ایک بم کے پھٹ جانے سے ایک چنگاری پڑ جانے سے ہوا۔ ہم اس صورتِ حال سے مجبور ہو کر دوبارہ قرب وجوار کے پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مگر اس کے باوجود ہم نے دشمن کو پانی کے چشمہ سے دور رکھا۔ اور ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ دو تین یوم تک یہی کیفیت رہی۔ بالآخر خلقی سپاہیوں نے پیاس کی شدت سے تنگ آ کر اپنے آپ کو بمعہ اسلحہ ہمارے حوالے کر دیا۔ یہ خلقی سپاہی تعداد میں بارہ تھے۔ ننغانہ میں تیس سپاہی پھر بھی محصور رہے جنہیں دشمن نے ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں کی مدد سے بمشکل پانی اور راشن پہنچایا ۔

ولایت بدخشاں | ہمارے مولوی جمال الدین متعلم ولایت بدخشاں کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ

ملعون ببرک اور حفیظ اللعین کے دور میں ہم پر روسی فوجوں نے ہزاروں ٹینکوں۔ زرہ پوشوں اور توپ تفنگ۔ جہازوں۔ ہیلی کاپٹروں اور آلات حرب سے لیس فوجوں نے یلغار کر دی۔ مگر نور ایمان اور قوتِ اسلام سے سرشار مسلمانوں۔ بوڑھوں۔ بچوں۔ نوجوانوں اور عورتوں نے جرأت و شجاعت کے وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ تاریخ اس پر فخر کرے گی۔ عورتوں کی بہادری کا یہ عالم ہے کہ گذرنے والے دشمن کی افواج کے راستے میں چھپ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ ٹینک جب سامنے آتے ہیں تو عین وقت پر بڑی پھرتی سے ٹینکوں پر چڑھ کر ان کے شیشوں پر کیچڑ مل دیتی ہیں جس سے ٹینک میں بیٹھے ہوئے فوجیوں کو راستہ دیکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور اوپر سے مجاہدین آ کر دستی بموں کی یلغار کر دیتے ہیں۔ اور یہی عورتیں میدانِ کارزار میں مجاہدین کو پانی پہنچاتی ہیں۔ اور ڈٹ کر لڑتی بھی ہیں۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے بچوں کا یہ حال ہے کہ وہ غلیل قسم کی چیزوں سے دشمن کے ٹینکوں اور جہازوں کو نشانہ بنانے سے نہیں ڈرتے۔

غرض کہ یہ عظیم سامراجی قوت ان کو ایک کھلونا سا لگتا ہے۔ ایک طرف جہاز اور ٹینک ہوتے ہیں اور دوسری طرف دستی بم۔ کلہاڑی۔ تیر اور چقماقی توپیں اور لکڑی کے ڈنڈے۔ مگر خدائے بزرگ و برتر کی مدد سے فتح ان بے سرو سامان مجاہدین کو ہو جاتی ہے۔ ان وسائل کے ساتھ مجاہدین نے ہزاروں ٹینکوں کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ اور ہزاروں کافروں کو جہنم رسید کر دیا ہے۔ مجاہدین نے بدخشاں کے اکثر علاقے دشمن سے واپس لے کر اپنے قبضہ میں کر لئے ہیں۔

جناب مولانا انوار اللہ باجا صاحب

اسلامی مملکت میں حرمت شراب

اور

غیر مسلم

ظہور اسلام کے وقت عربوں میں عام رسوم جاہلیت کی طرح شراب نوشی بھی عام تھی۔ اس لئے ابتداء اسلام میں بھی اسے جاری رکھا گیا۔ اور مسلمان بھی شراب پیتے تھے جب حضورؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو اہل مدینہ میں بھی شراب نوشی اور قمار یعنی جوا کھیلنے کا رواج تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد چند صحابہ نے آپ سے عرض کیا کہ شراب اور قمار بازی عقل کو بھی خراب کرتے اور مال بھی برباد کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے اس سوال کے جواب میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۹ نازل ہوئی جو یہ ہے۔

یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیہما	تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہدے
اثم کبیر ومنافع للناس و	ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے
اثمہما اکبر من نفعہما	بھی۔ اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ شراب اور جوئے میں اگرچہ لوگوں کے کچھ ظاہری فوائد ضرور ہیں۔ لیکن ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو ان کے منافع اور فوائد سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اس لئے بعض لوگوں نے گناہ کی وجہ سے اس کا پینا چھوڑ دیا۔ اگرچہ اکثر پھر بھی پیتے تھے۔ کیونکہ اس سے شراب کو حرام نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے صحابہ کرامؓ میں سے چند اپنے دوستوں کی دعوت کی اور کھانے کے بعد حسب دستور شراب پی لی۔ پھر اسی حال میں نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ سب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک صاحب کو امامت کے لئے آگے بڑھایا۔ انہوں نے نشہ کی حالت میں جو تلاوت شروع کی تو سورہ قل یاایہا الکافرون کو غلط پڑھا۔ اس پر شراب سے روکنے کے لئے دوسرا قدم اٹھایا گیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ — اے ایمان والو تم نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔

اس میں خاص اوقات نماز کے اندر شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا۔ باقی اوقات میں اجازت رہی۔ تو گویا ان دونوں آیتوں کے حکموں سے بہت سے لوگ شراب چھوڑنے لگے۔ اور باقی چھوڑنے کی کوششیں کرنے لگے۔ آخر سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دے دیا گیا۔ وہ آیت یہ ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر و المیسر و الانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ و عن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ہ

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض اور عداوت پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے پس اب بھی تم باز آنے والے نہ ہوں؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب حضورؐ کے منادی نے مدینہ کی گلیوں میں یہ آواز دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے تو جس کے ہاتھ میں جو برتن شراب کا تھا اسے وہیں پھینک دیا جس کے پاس کوئی سبو یا خم شراب کا تھا اسے گھر سے باہر لا کر توڑ دیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اعلانِ حرمت کے وقت جس کے ہاتھ میں جام شراب لبوں تک پہنچا ہوا تھا اس نے وہیں پھینک دیا۔ مدینہ میں اس روز شراب اس طرح بہہ رہی تھی جیسے بارش کی رو کا پانی۔ اور مدینہ کی گلیوں میں عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ جب بارش ہوتی تو شراب کی بو اور رنگ مٹی میں نکھر آتا تھا۔ (مسلم)

احادیث میں شراب کو سختی سے منع کیا گیا ہے حضورؐ نے شراب کو ام الخبائث قرار دیا ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث بھی اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "ہر نشہ آور چیز شراب ہے۔ اور ہر شراب حرام ہے۔ اور جو کوئی دنیا میں شراب پیتا ہے۔ اور آخر تک اس کا پینا جاری رکھتا ہے وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا"

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لاتی ہے۔ اس کا کم مقدار بھی حرام ہے" (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے شراب سے متعلق دس آدمیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ وہ جو اسے نچوڑتا ہے۔ وہ جو نچوڑنے کے کام سے متعلق ہو۔ وہ جو اسے پیتا ہے۔ وہ جو اسے لے جاتا ہے۔ وہ جس کے لئے لائی جاتی ہے۔ وہ جو دوسروں کو پینے کے لئے دیتا ہے۔ وہ جو اسے بیچتا ہے۔ وہ جو اسے خریدتا ہے۔ اور وہ جس کے لئے خریدی جائے (ترمذی)

حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی زیر کفالت یتیموں کے لئے شراب خریدتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ شراب کو بہا دو اور شراب کے برتنوں کو توڑ ڈالو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "شراب دو درختوں سے حاصل ہوتی ہے۔ کھجور اور انگور سے" (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ کیا شراب سے سرکہ تیار کیا جا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں" (مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ "شراب ام الخبائث اور اکبر الکبائر ہے" (طبرانی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ولید بن عقبہ کو جب اس نے شراب پی لی تو چالیس دروں کی سزا دی اور فرمایا کہ حضورؐ نے چالیس دروں کی سزا دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی چالیس کوڑوں کی سزا دی۔ اور حضرت عمرؓ نے اسّی کوڑوں کی سزا دی۔ اور یہ سب سنت ہیں اور میرے نزدیک صحیح ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کیا ہے" (بخاری)

<u>ذمی یا غیر مسلم</u> | اسلامی مملکت میں جو غیر مسلم رہتے ہیں جن کو ذمی بھی کہتے ہیں، تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ وہ غیر مسلم جو کسی معاہدے کے تحت اسلامی مملکت میں رہتے ہوں۔

۲۔ وہ غیر مسلم جو مسلمانوں سے لڑائی میں شکست کھا کر اسلامی مملکت کے شہری بن جائیں۔

۳۔ وہ غیر مسلم جو ابتدا سے اسلامی مملکت میں رہتے ہوں یا کسی دوسرے طریقے سے وہ اسلامی مملکت میں آکر آباد ہو گئے ہوں۔ مثلاً پاکستان کے غیر مسلم۔

جہاں تک کہ عام بنیادی حقوق کا تعلق ہے۔ اسلامی مملکت میں مسلم اور غیر مسلم ایک جیسے متصور ہوتے ہیں۔ البتہ جن غیر مسلموں کے ساتھ اسلامی مملکت نے کچھ اصولوں پر معاہدہ کیا ہو تو ان کے ساتھ انہی اصولوں کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ اور مفتوحہ غیر مسلم سے جب جزیہ وصول کیا جائے تو پھر ان کی جان و مال، جائیداد اور عزت کی حفاظت حکومت اسلامی کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

تمام غیر مسلموں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ کیونکہ حضور ؐ نے فرمایا :
امرنا بتركهم وما يدينون ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کو (غیر مسلموں کو) دینی معاملات میں آزاد چھوڑیں۔
تمدنی اور شہری قوانین میں غیر مسلموں اور مسلمانوں کو ایک اسلامی مملکت میں یکساں دیکھا جاتا ہے۔ اور یہ قوانین دونوں کے لیے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ جو سزائیں ارتکاب جرائم پر مسلمانوں کے لئے ہوتی ہیں۔ وہی غیر مسلموں کے لیے بھی ہوتی ہیں۔ غیر مسلموں کو حفاظت حاصل رہے گی۔ لیکن ان کو قانون شکنی کی اجازت نہیں دی جائے گی
اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد نجران سے جو معاہدہ کیا تھا وہ قابل ذکر ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔
" یہ وہ تحریر ہے جو محمد نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے لئے لکھی۔ کہ رسول اللہ کا حکم ہے کہ ان پر ہر پھل۔ سونے اور چاندی اور ہر بڑے چھوٹے پر فضل کیا اور اپنی دو ہزار حلہ جات (لباس) پر آنا دکیا۔ پھر رجب میں ایک ہزار اور ہر صفر میں ایک ہزار حلہ دینا ہوگا۔ اور ہر حلہ ایک اوقیہ کا ہوگا۔ اور جو خراج سے کم یا زیادہ ہو اس کا حساب کر لیا جائے گا اور جو زرہیں، گھوڑے یا سواریاں دیں وہ بھی حساب کر کے لی جائیں گی۔ اور میرے قاصدوں کو بیس دن یا اس سے کم ٹھہرانا اہل نجران کے ذمہ ہوگا۔ اور ایک ماہ سے زیادہ کسی قاصد کو نہ روکیں گے۔
اور جب یمن میں گڑ بڑ ہو تو نجران پر تیس زرہیں۔ تیس گھوڑے اور تیس اونٹ مستعار دینے لازمی ہوں گے۔ اور میرے قاصدوں کے پاس جو زرہیں، گھوڑے یا سواریاں ضائع ہو جائیں وہ میرے ذمے ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ انہیں ادا کر دیں۔ اور اہل نجران کے لئے اللہ کا پڑوس کافی ہے۔ اور محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ان کی جانیں ملت۔ زمین۔ اموال۔ غائب و شاہد۔ قبائل۔ اتباع قبائل ہیں۔ اور یہ کہ کوئی دوسرا ان پر غارت گری نہ کرے گا۔ اور نہ کوئی ان کے حقوق یا ان کی ملت کے حقوق پامال کرے گا۔ اور نہ ان کے پادریوں یا راہبوں کو ہٹایا جائے گا جو انہوں نے مقرر کر رکھے ہیں۔ اور نہ ہی جو ان کے اتباع ہوں۔ اور جو کچھ بھی کم و بیش ان کے قبضہ میں ہے۔ اس پر غارت گری نہ ہوگی۔ اور ان پر جاہلیت کا خون اور جرم نہ ہوگا۔ اور کوئی لشکر ان کی زمین کو پامال نہ کرے گا اور جو ان میں سے حق مانگے۔ تو ان کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ نہ ظالمانہ طور پر اور نہ مظلومانہ طور پر۔ اور اس کے بعد جو بھی سود کھائے گا۔ تو اس سے میرا ذمہ ختم ہوگا۔ اور دوسرے آدمی کے ظلم کی پاداش میں دوسرا آدمی نہ پکڑا جائے گا۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے۔ یہ اللہ کی امان میں ہے اور محمد نبی رسول اللہ ؐ کے ذمہ میں ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اور لائے جو یہ لوگ نصیحت کریں۔ پھر اصلاح کریں تو یہ ظلم کے ساتھ واپس نہ ہوں گے[۵]
یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں سے جتنے معاہدے کیے تھے

---

[۵] زاد المعاد ابن قیم جلد ۳ ص ۱۲۶، ۱۲۷۔ ترجمہ رئیس احمد جعفری۔

ان میں سے کسی میں بھی شراب کا صراحتہً ذکر نہیں ہے۔ البتہ حضورؐ کی ایک حدیث ہے۔ کل شرط لیس فی کتاب اللہ باطل (جو شرط کتاب اللہ کے مطابق نہ ہو وہ باطل ہے) اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد امام سرخسی نے اپنی کتاب "المبسوط" میں لکھا ہے کہ فقہا کے نزدیک غیر مسلموں سے وہ معاہدہ جو کتاب اللہ کے مطابق نہ ہو باطل ہوگا۔[1]

شخصی اور خالص مذہبی قوانین میں غیر مسلموں کو پوری آزادی ہوگی۔ اور اسلامی حکومت ان کے ان قوانین میں دخل اندازی نہیں کرے گی۔ اور ان پر اس ضمن میں وہ قانون نافذ کرے گی جو ان کے قوانین کے مطابق ہو۔ مثلاً شادی بیاہ۔ طلاق۔ اور میراث وغیرہ۔ لیکن ان قوانین کا دائرہ کار صرف غیر مسلموں اور ان کی جگہوں تک محدود رہنا چاہیئے تاکہ مسلم ان سے متاثر نہ ہو سکے۔ اور اگر غیر مسلم سودی کاروبار کرے یا زنا کا ارتکاب کرے تو اس کو اس سے قانوناً منع کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ اسلامی قوانین جرائم کے خلاف ہے۔ اور علم انسانی، معاشرتی قوانین کے بھی خلاف ہے اور اس طرح ہر وہ کام جو عام لوگوں کو متاثر کر سکے۔[2]

اس کے علاوہ فقہا کا ایک مشہور قاعدہ ہے جو غیر مسلموں کے عام ملکی قوانین سے متعلق ہے۔ چنانچہ فقہا کہتے ہیں۔ لھم مالنا وعلیھم ما علینا (ان کے لئے ہیں وہ جو ہمارے لئے ہیں اور ان پر لازم ہیں وہ جو ہم پر لازم ہیں) فقہا کے اس قاعدہ کے مطابق غیر مسلم ملکی قوانین کے مسلمانوں کی طرح پابند رہیں گے۔[3]

اس مختصر تعارف کے بعد اب میں شراب سے متعلق غیر مسلموں کے لئے خلفاء اور ائمہ کے اصول اور احکام کا بیان کروں گا۔ چنانچہ امام ابو عبید القاسم نے اپنی کتاب "کتاب الاموال" کی جلد اول میں ذمیوں سے متعلق بحث میں لکھا ہے۔ ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ سواد (عراق) کے باشندوں میں سے ایک آدمی شراب کی تجارت میں بڑا نفع کما کر امیر بن گیا۔ تو انہوں نے لکھا۔ "اس کی ہر چیز جس تک تمہاری رسائی ہو توڑ ڈالو۔ اس کے تمام چوپایوں کو ہانک کر لے آؤ۔ اور دیکھو اس کی کسی چیز کو کوئی پناہ نہ دے"

ربیعہ بن زکار کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے زرارہ بستی پر نظر ڈال کر پوچھا۔ یہ کونسی بستی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ یہ بستی زرارہ کہلاتی ہے۔ اور یہاں اوباش لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور شراب فروخت ہوتی ہے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "اس کا راستہ کدھر سے ہے؟" لوگوں نے جواب دیا۔ پل کے دروازہ سے۔ ایک شخص نے کہا۔ "یا امیر المؤمنین! ہم آپ کے لئے کشتی لے لیتے ہیں جس کے ذریعہ آپ دریا پار کر کے اس مقام تک پہنچ جائیں گے"

---

[1] المبسوط الامام السرخسی جلد پنجم ص ۸۵ [2] اسلامی ریاست ص ۵۲۴۔ ابو الاعلیٰ مودودی
[3] المبسوط السرخسی جلد پنجم ص ۸۵

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "یہ تو بیگار ہو جائے گا ہم بیگار نہیں لینا چاہتے۔ چلو ہمیں پل کے دروازے سے لے چلو۔" چنانچہ وہ چلتے ہوئے اس بستی میں پہنچے اور فرمایا۔ "میرے پاس آگ لاؤ۔ اس بستی میں آگ لگا دو۔ اس لئے کہ خبیث چیز کے اجزا آپس ہی میں ایک دوسرے کو کھا لیتے ہیں۔"

راوی کہتا ہے کہ اس بستی کے سروں تک آگ لگ گئی۔ تا آنکہ خواستا بن جبرونا کے باغ تک آگ پہنچ گئی۔
ابو عبید کہتے ہیں کہ یہ کچھ اہل سواد میں ہوتا تھا جو ذمی تھے[1]

آگے چل کر ص ۲۳۲ پر وہ لکھتے ہیں۔" اور یہ جو ذمیوں پر کنیسوں (یہودی کی) عبادت گاہوں۔ آتش کدوں صلیب اور شراب کی پابندی لگائی ہے تو صرف ایسی صورت میں جب کہ وہ مسلم آبادی کے علاقوں میں ہوں جس کی وضاحت حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے ہو رہی ہے۔

عکرمہ راوی ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا " کہ جو شہر بھی عرب آباد کریں اس میں کسی ذمی کو معبد بنانے۔ شراب فروخت کرنے۔ سور پالنے۔ اور ناقوس بجانے کا حق نہیں ہو گا۔ البتہ ان میں سے جو کچھ پہلے سے (وہاں موجود) ہو اس کے بارے میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان سے کئے ہوئے عہد کو پورا کریں۔"

ابو عبید نے آگے چل کر ۲۳۸ پر ان واقعات کی توجیہ یوں کی ہے۔

"حضرت عمرؓ نے جو شراب کی تجارت سے امیر بننے والے کے مویشی ضبط اور سامان توڑ پھوڑ ڈالنے کا حکم دیا تھا اور حضرت علیؓ نے اہل زرارہ کو ان کی بستی میں آگ کی جو سزا دی تھی باوجودیکہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں ان کے دین و ملّت کی آزادی کے ساتھ بحال رکھا گیا تھا۔ تو ہماری نظر میں اس کی توجیہ یہ ہے۔ کہ ان دونوں حضرات نے جو شرائط ان لوگوں سے کی تھیں ان میں ان لوگوں کو شراب نوشی کی اجازت تو تھی لیکن شراب کی تجارت اور اسے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ اور یہ بات عمر بن عبد العزیز کی اس روایت میں واضح طور پر نظر آ رہی ہے۔

مثنی بن سعید کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے کوفہ کے عامل عبد الحمید بن عبد الرحمان کو لکھا۔

"شراب ایک بستی سے دوسری بستی میں منتقل کی جائے اور تمہیں جو شراب کشتیوں پر لدی ہوئی ملے اسے سرکہ میں تبدیل کر دو۔ چنانچہ عبد الحمید نے یہ حکم اپنے واسط کے نمائندہ محمد بن المنتشر کو لکھ بھیجا۔ انہوں نے خود پہنچ کر کشتیوں کا معائنہ کیا اور ہر شراب کے ڈرم میں نمک اور پانی ڈال کر اسے سرکہ بنا دیا۔

ابو عبید کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کی شراب نوشی بند نہ کی اس لئے کہ شرائط صلح میں یہ بھی ایک شرط تھی لیکن انہوں نے شراب کی تجارت اور اسے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں لے جانے پر پابندی عائد کر دی۔"

---

[1] کتاب الاموال ابو عبید جلد اص ۲۳۱، ۲۳۲۔ ترجمہ عبد الرحمن سنورقی

"قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں لکھا ہے۔" ذمیوں کو مسلمانوں کے ساتھ شہروں اور بازاروں میں رہنے کی اجازت ہوگی۔ اور انہیں تجارت کرنے کی بھی اجازت ہوگی۔ لیکن ان کو اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ شراب اور خنزیر کی کھلم کھلا تجارت کریں[1]۔"

علامہ سید سابق اپنی مشہور کتاب فقہ السنہ میں لکھا ہے۔" یہودی اور عیسائی جو ایک اسلامی مملکت میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہوں خواہ وہ مستقل باشندے ہوں جیسا کہ مصر میں اقباط ہیں۔ یا عارضی طور سے رہ رہے ہوں جیسا کہ مصر میں غیر ملکی لوگ۔ تو اگر ان میں سے کوئی شراب پی لے تو اس پر حد لگا دی جائے گی۔ اور یہ اس قاعدہ کی بنیاد پر ہے۔ لہم مالنا وعلیہم ما علینا۔ (ان کے لئے ہے جو ہمارے لئے ہے اور ان پر ہے جو ہم پر ہے) نیز شراب اسلام میں اس لئے حرام ہے کہ اس کے بُرے اثرات سے سوسائٹی کے افراد بچے رہیں۔ کیونکہ سوسائٹی کا تحفظ اسلام کا اولین مقصد ہے اور شراب نوشی سے انسان کا دماغ ٹھیک کام نہیں کرتا۔ اور وہ اجتماعی زندگی کے لئے بھی مضر بن جاتا ہے[2]۔"

البتہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں شراب کی اگرچہ مسلمانوں کے لئے خرید و فروخت حرام ہے۔ لیکن غیر مسلموں کے لئے اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اور اگر کوئی مسلم کسی غیر مسلم کی شراب کو ضائع کرے تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اور غیر مسلم کو شراب پینے کی اجازت ہوگی۔ اور اگر غیر مسلم شراب نوشی کرے تو اس کو اس کی سزا نہیں دی جائے گی[3]۔

لیکن امام ابو حنیفہ کے قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر مسلموں کو بر سر عام شراب پینے کی اجازت ہے۔

علامہ ماوردی نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں لکھا ہے:۔

"جو ذمی مسلمانوں کے ساتھ اسلامی حکومت میں رہتے ہیں ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوں گی۔ اور ان میں ایک یہ ہے کہ بر سر عام شراب نہیں پئیں گے۔ اور اگر کوئی شراب نوشی کرے تو اگر وہ مسلمان ہو تو اس کی شراب ضائع کی جائے گی۔ اور اسے سزا دی جائے گی۔ اور اگر وہ ذمی ہے تو اسے صرف سزا دی جائے گی۔ اس بات پر کہ اس نے کھلم کھلا شراب نوشی کی۔ البتہ اس کے شراب ضائع کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ وہ ضائع نہ کی جائے کیونکہ یہ ان کے لئے ایک قابل خرید و فروخت کی چیز ہے۔ اور ان کے ہاں اس کا پینا جائز ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جب غیر مسلم بر سر عام شراب نوشی کرے تو اسے سزا بھی دی جائے۔ اور اس کی شراب کو بھی ضائع کیا جائے۔

---

[1] کتاب الخراج قاضی ابو یوسف صد ۳۹۲۔ اردو ترجمہ [2] فقہ السنہ سید سابق جلد دوم صہ ۳۹۹ —— بدائع الصنائع علاؤ الدین جلد ہفتم صہ ۱۱۳، ۱۱۴ کاشانی [3] الاحکام السلطانیہ ماوردی (اردو) ص ۲۳۹

علامہ ابن تیمیہ نے مختصر الفتاویٰ المصریہ میں لکھا ہے " غیر مسلموں کے لئے جائز نہیں ہے کہ مسلمانوں کے لئے شراب کی تجارت کریں۔ یا ان کی اس میں رہنمائی کریں۔ یا ان کی مدد کریں۔ یا ان کے لئے تیار کریں یا اسے مبینہ طور پر مسلمانوں یا غیر مسلموں سے خریدیں۔ البتہ اگر کوئی غیر مسلم خفیہ طور سے شراب نوشی کرے تو اس کو اس سے منع نہیں کیا جائے گا " آگے چل کر وہ لکھتے ہیں۔ " اگر کوئی ذمی شراب نوشی کرے تو بعض کہتے ہیں کہ اس پر حد نافذ کی جائے گی اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں۔ لیکن یہ اس وقت جب وہ شراب نوشی برسر عام کرے۔ اور اگر وہ خفیہ طور پر شراب نوشی کرے تو اسے اس کو منع نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر وہ مبینہ شراب نوشی سے باز نہیں آتے یا شراب کی کھلم کھلا تجارت نہیں کرتے وغیرہ تو ان کی شراب کو ضائع کیا جائے گا اور ان کو سزا بھی دی جائے گی خواہ یہ معاہدے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔[۱]

ایک مشہور مصری عالم علامہ ابو زہرہ نے اس مسئلہ پر یوں اظہار خیال کیا ہے۔

" جہاں تک کہ شراب نوشی کی حد کا ذمی اور مستامن پر نافذ کرنے کا تعلق ہے تو تمام فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان پر حد نافذ کی جائے گی۔ اس مشہور قاعدے کی بنیاد پر۔ لہم ما لنا وعلیہم ما علینا (ان کے لئے ہے جو ہمارے لئے ہے اور ان پر ہے جو ہم پر ہے) کیونکہ شراب ہر مذہب میں حرام ہے اور اس کی حرمت کا تعلق کسی ایک مذہب سے نہیں ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ کہ شراب ذمیوں اور مستامنوں کے لئے ایک تجارتی چیز ہے اور اس کا پینا ان کے ہاں جرم نہیں ہے۔ اور جب اس کا پینا ان کے ہاں جرم نہیں ہے تو اس پر ان کو سزا بھی نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ سزا کا دارو مدار حرمت پر ہے۔ اور اگر ہم فرض بھی کریں کہ یہ ان کے مذہب میں حرام ہے۔ لیکن جب وہ اپنے مذہب میں ایسا نہیں سمجھتے تو ہمیں ان کو مذہبی امور میں آزاد چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن بعض حنفی فقہا کہتے ہیں کہ ذمیوں کو شراب سے نشہ ہونے کے جرم سے مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر انہوں نے شراب نوشی کی اور نشہ میں مدہوش ہو گئے۔ تو ان پر نشہ ہونے کی وجہ سے حد نافذ کی جائے گی۔ یہ حسن بن زیاد کی رائے ہے۔ اور علامہ کاسانی نے اس کو بہتر قرار دیا ہے۔[۲]

ایک اور مشہور مصری عالم عبدالقادر عودہ نے اس مسئلہ پر مندرجہ ذیل روشنی ڈالی ہے:۔

" تمام فقہاء شریعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شراب غیر مسلموں کے لئے جائز ہے جب تک ان کے مذہب میں اس کی حرمت نہیں ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ کہ غیر مسلموں کو اپنی مذہبی کاموں میں آزاد چھوڑیں۔ لیکن چونکہ نشہ سارے ادیان میں حرام ہے تو بعض فقہا کے ہاں غیر مسلم پر بھی نشہ ہونے پر حد نافذ کی

---

[۱] مختصر الفتاویٰ المصریہ ابن تیمیہ ص ۵۰۲، ۵۰۳ [۲] العقوبہ محمد ابو زہرہ۔ مطبوعہ دار الفکر العربی۔ قاہرہ

جائے گی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صرف تعزیری سزا دی جائے گی لیکن ان میں اس بات میں اختلاف نہیں ہے۔ کہ کھلم کھلا شراب پینے پر غیر مسلم کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ خواہ وہ اس سے نشہ ہو جائے یا نہیں اور باوجودیکہ اس کا پینا اس کے لئے جائز ہے۔ اور قواعد شرعیہ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو اس بات سے منع کرتی ہو کہ اگر غیر مسلم کی ظاہر شراب نوشی سے اجتماعی زندگی میں فساد کو خطرہ ہو تو اس پر حد نافذ کی جائے۔ اور یقیناً جب وہ برسرعام شراب نوشی کرے گا تو اس سے مسلمانوں پر ضرور اثر پڑے گا۔ اور جب غیر مسلم حکومتوں نے بھی شراب کو رعایا پر بند کرنے کی کوششیں کیں جیسا کہ امریکہ اور ہندوستان میں یہ کوششیں کی گئیں اور یورپ میں بھی شراب اور نشہ آور اشیاء کی بار بار ممانعت کی کوششیں کی گئیں۔ تو حکومت اسلامی کے لئے تو انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا پر شراب کو منع کرے۔ خواہ ان کا تعلق کسی مذہب سے کیوں نہ ہو[1]

جناب ایس اے صدیقی نے اپنی کتاب "اسلام کا مالیاتی نظام" انگریزی میں لکھی ہے۔ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں پر شخصی۔ اخلاقی اور خاندانی امور میں ان کا اپنا قانون نافذ ہوگا۔ لیکن عام معاشرتی زندگی سے متعلق اگر کوئی چیز ان کے ہاں جائز ہو اور اسلام میں ناجائز تو اس کے ظاہری ارتکاب پر حکومت کو پابندی لگانے کا حق حاصل ہے تاکہ اس سے مسلمانوں میں ہیجان پیدا نہ ہو[2]

امام احمد بن یحییٰ نے اپنی کتاب البحر الزخار میں لکھا ہے۔" ذمیوں کو شراب پینے اور اس کو فروخت کرنے سے منع کیا جائے گا۔ اور اس کے لئے انہوں نے بطور دلیل اس معاہدہ کا حوالہ دیا ہے جو حضرت عمرؓ نے شام کے عیسائیوں سے کیا تھا۔ اور جس میں ایک شرط یہ تھی کہ وہ شراب فروخت نہیں کریں گے[3]

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ آج کل بعض ترقی یافتہ ممالک نے بھی بعض قوانین کو پبلک لاء یعنی عام لوگوں کا قانون کے طور پر نافذ کی ہیں۔ مثلاً اگر مسلمان انگلینڈ میں رہتا ہو تو اس کو انگلینڈ کے پبلک لاء کے ماتحت دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اسلام اسے اجازت دیتا ہے۔ اور اگر وہ انگلینڈ میں دوسری شادی کرلے تو اسے سزا دی جاتی ہے کیونکہ یہ ان کے ہاں جرم ہے۔

یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ امریکہ نے ۱۹۱۹ء میں اپنے قانون کے آرٹیکل نمبر ۸ میں ترمیم کی جس کے تحت ہر قسم کی نشہ آور شے کی خرید و فروخت نقل و حمل اور برآمد ممنوع قرار دی گئیں۔ بعد میں کئی اور وجوہ کی وجہ سے اس ترمیم کو واپس لے لیا گیا۔ لیکن اصل مسئلہ نشہ آور اشیاء کی ممانعت اپنی اصلی جگہ اب بھی محسوس کی جاتی ہے۔

---

[1] التشریع الجنائی الاسلامی عبدالقادر عودہ جلد ۲ ص ۵۰۰ [2] اسلام کا مالیاتی نظام۔ ایس اے صدیقی ص ۱۰۰
[3] کتاب البحر الزخار جلد ۶ ص ۱۴۶

اس کے علاوہ بین الاقوامی نشہ کنٹرول تنظیموں نے ۲۹ نومبر سے ۵ دسمبر ۱۹۷۵ء تک سوئٹزرلینڈ کے شہر لوزان میں ایک اجلاس منعقد کیا اور اس میں بہت سی عیسائی حکومتوں نے شرکت کی۔ اجلاس نے جو قرارداد منظور کی اس کی ابتدا مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے ۔

"نشہ آور اشیاء کے پینے سے متعلق مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلامی شریعت کے نفاذ سے فائدہ اٹھانا چاہئے"

اسلامی جمہوریہ مصر، مملکت سعودی عرب، حکومت کویت اور حکومت متحدہ عرب امارات نے اپنے ملکوں میں تمام رعایا پر شراب ممنوع کی ہے خواہ وہ کسی مذہب سے متعلق ہوں۔ حکومت پاکستان نے بھی حرمت شراب سے متعلق نفاذ حدود آرڈر ۱۹۷۹ء جو ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو جاری کیا گیا جس کے تحت پاکستان کے تمام باشندوں پر خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو شراب حرام کر دی گئی۔ البتہ اس آرڈر کے شق ۱۱ کے تحت غیر مسلم مسافر اور غیر مسلموں کی مذہبی رسومات میں شراب کی محدود اجازت ہے ۔

وفاقی پریس لاہور

از ڈاکٹر ابوالفضل۔ بخت روان
دانش آباد۔ پشاور یونیورسٹی

اردو زبان پر عربی زبان کے اثرات

مقدمہ:۔ جب سے یورپ میں قومیت کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے نام پر حکومتیں بنیں۔ اس تحریک نے ہمارے برصغیر پاک و ہند کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کبھی منفرد قوم کی حیثیت سے حکومت کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور قومیت کے جذبے کے تحت ایک خاص زبان کو سرکاری زبان مقرر کرنے پر لوگ ضد کرتے رہتے ہیں یہاں قومیت، پٹھان، پنجابی، سندھی اور بلوچی کو نہ صرف اچھالا جا رہا ہے بلکہ محدودے چند اس کے لئے کام بھی کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مادری زبانیں پیاری ہوتی ہیں اور ان کے حاصل کرنے کا شوق بھی ہوتا ہے کہ اس زبان میں تصنیف و تالیف ہو اس میں اخبار و رسالے چھپیں اور اگر ساری حکومت کا نہ ہو تو اپنی اکثریتی منطقہ میں سرکاری زبان ہو۔

مذکورہ قسم کے جھگڑوں اور فساد سے بچنے کے لئے ہمارے آباؤ اجداد نے ایک ایسی زبان کی بنیاد ڈالی جسے سب قومیں سمجھ سکتی ہیں اور ہر قوم کی زبان کا وافر ذخیرہ اس میں موجود ہے۔

چنانچہ جب ہندوستان میں عربوں، ترکوں، پارسیوں، افغانوں اور ہندیوں کا التقا ہوا تو ان سب کی زبانوں کو ملا کر ایک ایسی زبان کی بنیاد رکھی گئی جس میں تقریباً ہر زبان کے کافی الفاظ اس میں موجود ہیں۔ اور ان الفاظ کی برکت سے وہ اس کے مطلب کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسے اردو کا نام دیا گیا۔ اور اس میں پچاس فیصد سے زیادہ عربی کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ کیونکہ عربی ہماری دینی زبان ہے۔ اس کے بعد فارسی کا نمبر ہے کیونکہ یہ ہماری ثقافتی زبان ہے تعلیم و تربیت اسی زبان میں ہوتی ہے۔ گلستان اور بوستان ہم اسی زبان میں پڑھتے ہیں۔

اردو میں ہندی کے الفاظ بھی ہیں کیونکہ بہت سے ہندوستانی باشندے اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

جب اسلامی مملکت ۱۹۴۷ء میں معرض وجود میں آئی تو بزرگوں نے کوشش کی کہ اس کی سرکاری زبان عربی ہو لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اردو اس مقام کے لئے نہایت موزوں تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک اردو کو اپنا صحیح مقام نہیں ملا۔ اب تک انگریزی زبان ہی سرکاری زبان ہے۔ اب جب موجودہ حکومت اسے اپنا مقام دلانا چاہتی

ہے اور عربی کے بغیر اردو کا ارتقاء ناممکن ہے۔ اس لئے بعض لادینی اور الحادی طاقتیں اردو زبان کو پاکستان کے اندر عربی زبان سے پاک کرنا چاہتی ہیں۔

اب پروپیگنڈہ ہو رہا ہے کہ اردو اصل ہندی سے ہے اور ہمیں اسے ہندی کی طرف لے جانا چاہئے۔ چنانچہ ہندی کے غیر موزوں الفاظ اس کے اندر عربی الفاظ کی جگہ سموئے جا رہے ہیں۔

متذکرہ عنوان کے تحت اس مقالے میں ہم کوشش کریں گے اور معاندین عربی کو بتائیں گے کہ اردو زبان عربی سے بڑی حد تک متاثر ہے۔ عربی الفاظ نکال کر اردو کا وجود خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ جو پاک و ہند کے مسلمانوں کے لئے ایک المیہ سے کم نہ ہوگا۔

اب ہم قارئین کی سہولت کے لئے مختصر طور پر ان مقامات کی نشان دہی کریں گے۔ جہاں اردو عربی سے متاثر ہوئی ہے۔

۱۔ حروف تہجی | عربی زبان کے تقریباً ۲۹ حروف ہیں اور ان تمام حروف سے اردو نے استفادہ کیا ہے ہاں مقامی ضرورت کے لئے اس نے بعض مقامی حروف تہجی کو اپنائے ہیں مثلاً ٹ۔ ڈ۔ ڑ وغیرہ

۲۔ حروف علّت اور حرکات | عربی میں تین حروف علت ا۔ و۔ ی ہیں اور تین حرکات زبر۔ زیر۔ پیش ہیں اور یہ سب اردو میں بعینہٖ مستعمل ہیں۔

۳۔ تنوین | یہ ساکن نون ہے جو الفاظ کے آخر میں آتا ہے وہ دو زبر۔ دو زیر اور دو پیش کی شکل میں لکھے جاتے ہیں۔ جب اردو نے عربی الفاظ و کلمات قبول کئے تو ساتھ ہی تنوین کو بھی اپنایا مثلاً

غالباً (غالبن) تقریباً۔ تخمیناً۔ نسبتہً۔ عملاً۔ فعلاً۔ اصولاً۔ فرداً۔ احتراماً۔ اکراماً۔ شرفاً۔ التزاماً۔ فوراً۔ خالصۃً ہدیۃً۔ تحفۃً۔ ضمناً۔ قیاساً۔ اصلاً وغیرہ

۴۔ اردو کا خط | اردو کا قدیم خط یعنی خط نستعلیق ہے۔ اور موجودہ خط، خط نسخ، دونوں عربی رسم الخط کا مرہون منت ہے۔ اگر اردو کا تعلق سنسکرت یا ہندی سے ہوتا جیسا کہ بعض لوگ دعوئی کر رہے ہیں تو یقیناً اس کا رسم الخط بھی ان زبانوں کی شکل میں ہوتا۔

۵۔ اردو الصرف والنحو | اردو میں مستعمل قواعد اور اردو کی علمی اصطلاحات، تعریفات، تفریعات ہیں وہ عربی زبان سے مستعار ہیں۔ عربی کے جتنے الفاظ اردو میں مستعمل ہیں وہ صورتاً و شکلاً بغیر تغیر و تبدل عربی کے ہیں۔ اس کے برعکس یورپی اور افریقائی زبانوں نے جو تاثر عربی سے لیا ہے وہ توڑ مروڑ کے ساتھ لیا ہے۔ مثلاً ارض کو انگریزی میں EARTH کی شکل میں کیا ہے۔ روسی زبان میں عثمان کو عثمانوف کے ساتھ اپنایا ہے۔ فرانس نے ابومحی الدین کو بومدین کے ساتھ اور نائجیری زبان نے ابوبکر کو بوبکر و کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ لیکن اردو نے نہایت دیانتداری اور امانت داری سے عربی الفاظ کو اپنایا اور بعینہٖ عربی قواعد کو قبول کیا۔

باب افعال کے کلمات | اعلان۔ افہام۔ اصرار۔ اتمام۔ الہام۔ ادغام۔ اکرام۔ انعام۔ ابہام۔ اصرار۔ اسرار۔ اجبار۔ اظہار۔ اقدام۔ اسقاط۔ اسراف۔

باب تفصیل | تعلیم۔ تلقین۔ تفہیم۔ تحریم۔ تعظیم۔ تنظیم۔ تسلیم۔ تعویذ۔ توقیر۔ توفیق۔ تذلیل۔ تصریف۔ تقلید تہذیب۔ تکمیل۔ تثبیت۔ تقسیم۔ تقدیم۔ تحویل۔ تشریح وغیرہ۔

باب انفعال | انعقاد۔ انخلاء۔ اندمال۔ انشراح۔ انفصال۔ انضباط۔ انکسار۔ انقلاب۔ انفعال۔ انصرام۔ انتعال۔ انطلاق۔ انہزام

باب افتعال | انتظار۔ ابتدار۔ اتباع۔ التزام۔ اختلاج۔ امتثال۔ افتخار۔ اقتدار۔ اضطہاد۔ اصطلام۔ اور افتعال وغیرہ۔

باب استفعال | استقلال۔ استصواب۔ استقبال۔ استدلال۔ استسقاء۔ استشفار۔ استشہاد۔ استعمار۔ استعجال۔ استقرار۔ اور استغفار۔

باب تفاعل | تلاطم۔ تصادم۔ تطابق۔ تناسب۔ تناقض۔ تخاطب۔ تداخل۔ توازن۔ تغافل۔ تراحم۔ تقابل۔ تنادم اور تنافر وغیرہ۔

باب تفعل | تمدّن۔ تنعّم۔ تلوّن۔ تجمّل۔ تحمّل۔ تخلّص۔ تدبّر۔ ترنّم۔ تصوّر۔ تکلّف۔ تصدّق۔ ترحّم۔ تنزّل۔ تکبّر۔ تکرّر۔ تنوّر۔ تحدّث۔ تنفّذ۔

باب مفاعلہ | مقاتلہ۔ مقارنہ۔ مضاربہ۔ مجاہدہ۔ مجاورہ۔ محاورہ۔ مشابعہ۔ متابعہ۔ مجانسہ۔ مشاکلہ۔ مظاہرہ مکالمہ۔ مقابلہ۔ مجادلہ۔ مناقشہ۔

اردو میں عربی مشتقات کا استعمال | جس طرح عربی مصادر اردو نے اپنائے ہیں اسی طرح ان مصادر کے مشتقات کو بعینہٖ قبول کیا ہے۔

اسم فاعل سہ حرفی مصادر سے | قاتل۔ فاضل۔ عالم۔ جاہل۔ ناقص۔ عادل۔ ظالم۔ قابل۔ بالغ۔ کاتب۔ کافر۔ کاذب۔ فاتح۔ ساجد۔ ماجد۔

اسم مفعول | مقتول۔ معلوم۔ مجہول۔ منقوص۔ مظلوم۔ مقبول۔ مطلوب۔ مکتوب۔ مکذوب۔ مفتوح۔ مسجود

باب افعال کے مشتقات | مصر۔ مصد۔ مقیم۔ منعم۔ ملزم۔ مخبر۔ مرشد۔ مکرم۔ مفہم۔ مظہر۔ مستم۔ مبہم

باب تفصیل کی مشتقات | معلم۔ مدرس۔ مرتب۔ مقدر۔ مدبر۔ مقلد۔ مفکر۔ مکرم۔ مسلم۔ منور۔ معزز۔ مقدم

باب مفاعلہ | ملازم۔ مقابل۔ محافظ۔ مجاہد۔ مخالف۔ موافق۔ مناسب۔ مضارب۔ مشابہ

باب انفعال کی مشتقات | منجمد۔ منحصر۔ مندمل۔ منسلک۔ منعطف۔ منکسر۔ منتعب۔ منصرم۔ منقلب

متنعل وغیرہ۔

باب تفاعل | متبادل ۔متواتر۔ متقابل ۔متحارب ۔ متداول ۔مترادف ۔متغافل ۔متناسب ۔متکاسل

باب تفعل کی مشتقات | مترنم ۔متصرف ۔متفنن ۔متفکر ۔متمدن ۔متقدم ۔متوطن ۔متکبر ۔متحدث ۔متلوّن ۔ متحمل ۔متجمل

باب استفعال کے متخرجات | مستقل ۔مستقبل ۔مستغیث ۔مستحق ۔مستنکر ۔مستصواب ۔مستعجل ۔ مستعمر ۔مستنبط ۔مستغفر ۔مستنتار ۔

صفت مشابہ | شرید ۔فرید ۔شریف ۔رولیف ۔فقیر ۔ذلیل ۔عمیق ۔ وزیر ۔کبیر ۔سفیر ۔حقیر ۔سقیم ۔فہیم ۔رشید بعید ۔قریب ۔کریم ۔رحیم ۔عظیم ۔

متعلقات افعل التفضیل | اشد ۔ اکثر ۔اکبر ۔ اغلب ۔ احقر ۔اظلم ۔احسن ۔ ارشد ۔اکرم ۔ اسلم ۔ اسود ۔احمر ابیض ۔اقلّ ۔ اجمل ۔ اولی ۔ قیامت کبریٰ ۔ ادنیٰ ۔ اقرب ۔ارذل ۔

عربی اسم مبالغہ مستعملہ فی اردو | علامہ ۔ نداف ۔ صراف ۔حجام ۔قطان ۔ سفّاک ۔ دجّال ۔جلاّد ۔غسّال ۔مکّار اور نمام وغیرہ ۔

اسم ظرف مکان | مکتب ۔ مدرسہ ۔مقید ۔مطبخ ۔مذبح ۔مخرج ۔ منبع ۔مصدر ۔ مذہب ۔مرکز ۔مسجد ۔مجلس ۔مغرب منزل ۔ مکتبہ ۔

اسم ظرف زمان | وقت ۔ زمن ۔ صبح ۔ لیل ۔ نہار ۔ جمعہ ۔عید ۔عید الفطر ۔عید الاضحیٰ

اسم آلہ | مسطر ۔مفتاح ۔مقیاس ۔معیار ۔مسواک ۔مصباح ۔مضراب ۔مرورح ۔

جمع مذکر سالم | مصنفین ۔ناظرین ۔ شاہدین ۔مسلمین ۔حاضرین ۔ غائبین ۔معلمین ۔ مدرسین ۔ فاضلین ۔ عالمین ۔ مجاہدین ۔ صابرین ۔متفکرین ۔متصورین ۔مستغفرین ۔

جمع مؤنث سالم | اقتصادیات ۔ حالات ۔خطبات ۔اخبارات ۔فسادات ۔محصولات ۔معلومات ۔ تفصیلات ۔ عادات ۔مراسلات ۔شخصیات ۔مشروبات ۔ جذبات ۔ افات ۔خرافات

تثنیہ کا استعمال | والدین ۔ زوجین ۔ قوسین ۔مشرقین ۔مغربین ۔کونین (کون) شیخین ۔صاحبین ۔معوذتین عیدین ۔نعلین ۔ ذوالنورین ۔ (عثمان رضی اللہ عنہ)

ترکیب میں تثنیہ کا استعمال | قران السعدین ۔ بُعد المشرقین ۔ نجیب الطرفین ۔ مجمع البحرین ۔ اجتماع الضدین اجتماع النقیضین ۔ نعلین ۔ تحت العینین ۔طویل الیدین ۔ غلام الثقلین ۔ تفریق الزوجین ۔حب الوالدین ۔

عربی جمع مکسر اردو میں مندرجہ ذیل اوزان پر آتا ہے ۔

۱۔ افعال ۔ احباب ۔ اغراض ۔ اخبار ۔ اقوال ۔ اموال ۔ اولاد ۔ اعصار

۲۔ فعول ۔ علوم ۔ ہجوم ۔ فروغ ۔ سطور ۔ عیوب ۔

۳۔ افعلہ ۔ اسلحہ ۔ اطعمہ ۔ ازمنہ ۔ اشربہ ۔

۴۔ فعلاء ۔ امراء ۔ فضلاء ۔ خلفاء ۔ طلباء ۔ شرفاء ۔ فقراء ۔ صلحاء

۵۔ تفاعیل ۔ تصانیف ۔ تواریخ ۔ تصاریف ۔ تکالیف ۔

۶۔ فواعل ۔ نوادر ۔ لوازم ۔ حوائج ۔ عواصم ۔ قواعد ۔ ضوابط ۔ جوانب ۔ فواصل ۔

۷۔ مفاعل ۔ مکاتب ۔ مقاصد ۔ مدارس ۔ مصارف ۔ مشاغل ۔ مسائل ۔ مصائب ۔ مضارب ۔ مزارع ۔ مقاصد ۔ مطالب اور مکارم وغیرہ ۔

مذکر اور مؤنث اسماء | خالد ۔ خالدہ ۔ عابد ۔ عابدہ ۔ صالح ۔ صالحہ ۔ زاہد ۔ زاہدہ ۔ سید ۔ سیدہ ۔ محترم ۔ محترمہ صاحب ۔ صاحبہ ۔ شاعر ۔ شاعرہ ۔ عالم ۔ عالمہ ۔ فاضل ۔ فاضلہ ۔ معلم ۔ معلمہ ۔ طالب ۔ طالبہ ۔ عاقل ۔ عاقلہ ۔ ناصر ۔ ناصرہ

عربی مرکب اضافی کا اردو میں استعمال | نصف الیل ۔ نصف النہار ۔ دارالعلوم ۔ دارالحدیث ۔ مقدمۃ الجیش امیرالبحر ۔ رأس المال ۔ بیت اللہ ۔ بیت المال ۔ نائب السلطان ۔ شمس العلماء ۔ علامۃ الدہر ۔ فخرالدولہ ۔ عمادالدولہ وحیدالعصر ۔ صدرالصدور ۔ مسیح الملک ۔ ناظم الدولہ ۔

مرکب توصیفی | صدقہ جاریہ ۔ قوۃ نامیہ ۔ شجرہ ممنوعہ ۔ بدعۃ حسنہ ۔ بدعۃ سیئہ ۔ عقل سلیم ۔ اخلاق حسنہ ۔ شہادۃ عظیمہ ۔ قیامت صغریٰ ۔ سفارت کبریٰ ۔

عربی حروف جر کا اردو میں استعمال

فی ۔ فی الحال ۔ فی الفور ۔ فی الحقیقت ۔ فی نفسہ ۔ فی الجملہ ۔ فی زماننا ۔ فی سبیل اللہ ۔ فی امان اللہ ۔ فی ظل اللہ ۔ فی رحمۃ اللہ ۔ فی جوار اللہ ۔ فی اللہ ۔

علی ۔ علی الاعلان ۔ علی الاطلاق ۔ علی حالہ ۔ علی العلم والبصیرہ ۔ علی الخصوص ۔ علی العموم ۔ علی الرغم ۔ علی الصباح اور علی برکت اللہ ۔

من ۔ من وجہ ۔ من جملہ ۔ من عنداللہ ۔ منہا ۔

حتیٰ ۔ حتی المقدور ۔ حتی الوسع ۔ حتی الامکان ۔ حتی الثبوت ۔ حتی للموت ۔ حتماً

ل ۔ لہذا ۔ للہ ۔ للغایہ ۔ للکرامہ ۔

ب ۔ بالفعل ۔ باللہ ۔ بالفرض ۔ بالخصوص ۔ بالعموم ۔ بالقوۃ ۔ بجنسہ ۔ بلفظہ ۔ بعینہ ۔ باسمہ ۔

عربی کے نامکمل جملوں کا اردو میں استعمال | افراط و تفریط ۔ الآن کما کان ۔ الحمدللہ ۔ کیدکن عظیم ۔ اولوالعزم

بسم اللہ۔ توکلت علی اللہ۔ طوعاً اور کرہاً۔ عظیم الشان۔ بیت ولعل۔ ماتحت۔ مافوق الفطرت۔ ماجرا۔ ماشاء اللہ۔ لاحول ولا قوۃ۔ استغفر اللہ۔ غریب الوطن۔ ابن الوقت۔ ابن السبیل۔ قاضی القضاۃ۔ من جملہ۔ لامحالہ فی الواقعہ۔ غیر ممکن۔ فصیح البیان۔

اردو کے بعض الفاظ جو ہندی الاصل خیال کئے جاتے ہیں لیکن وہ عربی کے متغیر الفاظ ہیں۔

اردو	عربی	اردو	عربی
سورج	سراج	گانا	غنا (الغناء)
دینا	دین (قرض)	بیٹی	بنت
ہوا	الھواء	آگ	آج (النار)
دھکا	دق (دق الباب)	چاہت	بہجہ (فرح)
پھلنا	فلاحہ (بہبود)	سوٹا	سوط
نچھاور	نثار (من النثر)	آسمان	سماء
لو	لوعۃ (سدۃ الحب)	لچا (لوفر)	لقح
نشہ	نستوہ	ماننا	ایمان
دیا (مصباح)	ضیاء (روشنی)	دوارہ	دار (بیت)
چاک	شاق (متعب)	سدھا	سدید

اردو کے مولد یعنی پاک وہند کے اکثر مقامات اور شہروں کے نام میں یا تو پہلا حصہ عربی کا ہے یا دوسرا۔ مثلاً

۱۔ احمد آباد۔ اسلام آباد۔ اکبر آباد۔ الہ آباد۔ حیدر آباد۔ خیر آباد۔ دولت آباد۔ صدیق آباد۔ علی آباد۔ ظفر آباد۔ عادل آباد عظیم آباد۔ فیروز آباد۔ مرشد آباد۔ نظام آباد۔ نجیب آباد

۲۔ آدم پور۔ اکبر پور۔ جبل پور۔ حاجی پور۔ رحمت پور۔ سلطان پور۔ سلیم پور۔ غازی پور۔ فتح پور۔ اسلام پور

۳۔ اسلام پورہ۔ اکبر پورہ۔ عظیم پورہ۔ شیخو پورہ۔ امام پورہ

۴۔ اعظم گڑھ۔ علی گڑھ۔ مظفر گڑھ۔ امام گڑھ۔ نور گڑھ۔ شہباز گڑھ۔

۵۔ تاج محل۔ نور محل۔ فرنگی محلہ۔ محل خاتون۔ شیش محل۔ رنگ محل۔ شاہ محل۔

۶۔ آصف نگر۔ احمد نگر۔ مظفر نگر۔ اعظم نگر۔ شیخ نگر۔

عربی اسماء جو اردو میں مستعمل ہیں | عبداللہ۔ عبدالرحیم۔ عبدالرحمٰن۔ عبدالباقی۔ عبدالصمد۔ عبدالجلیل۔ عبدالاکبر

اور عبداللطیف وغیرہ

مؤنث اسماء | زینب۔ خدیجہ۔ حلیمہ۔ سلیمہ۔ سعیدہ۔ سیدہ۔ رشیدہ۔ مریم۔ عائشہ۔ فاطمہ۔ جمیلہ۔ رضیہ۔ فوزیہ۔ زکیہ۔

مصطلحات کا استعمال | زبان انسان کے ما فی الضمیر کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کو زبان نے کچھ تاریخ۔ سیاست ادب۔ دین۔ جغرافیہ کی شکل میں محفوظ کیا ہے۔ مذکورہ علوم و فنون کے کچھ رموز و علامات ہیں جن کو مصطلحات کا نام دیا گیا ہے۔

مشرقی زبانوں نے بعض اصطلاحات سنسکرت سے اخذ کئے ہیں۔ جب کہ یورپی زبانوں نے یونانی اور رومانی زبانوں سے استفادہ کیا ہے۔ چونکہ اردو چار پانچ زبانوں سے ملتقی ہے اس لئے اسے اصطلاحات انہی زبانوں سے لینا تھی۔ لیکن اردو نے سب کو چھوڑ کر اکثر مصطلحات میں عربی سے استفادہ کیا ہے۔

عربی سیاسی مصطلحات اردو میں | قائد۔ قائداعظم۔ قائد العوام۔ عوام۔ قائد الایوان۔ قائد المجلس۔ قانون دستور۔ وزیر۔ وزیر اعظم۔ انتخاب۔ رئیس۔ صدر۔ خطاب۔ جلسہ منعقد کرنا۔ اقوام متحدہ۔ حرب۔ امین انصام۔ صوبہ ضلع۔ تحصیل۔ تقدیر۔ حکومت۔ جمہوریت۔ کرسی۔ عہدہ۔ تنظیم۔ نظام۔ قید۔ خلاف۔ انقلاب۔ اتفاق۔ مخالف۔ تحریک التوا۔ سلطان۔ وزیر الخزانہ۔ وزیر مالیات۔ وزیر تعلیم۔ وزیر تجارت۔ وزیر القانون۔ ارکان مجلس۔ اعضائے مجلس۔ سفیر۔ قونصل۔ عام۔ وفد۔ وفد ثقافی۔ وفد سیاسی۔ جلاوطن۔ امیر۔ نائب صدر۔

مصطلاحات ادبیہ | شعر۔ نثر۔ کاتب۔ شاعر۔ شاعرہ۔ نثر مقفی۔ نثر مرسل۔ فصاحت و بلاغت۔ کتاب دیوان۔ مجلہ۔ جریدہ۔ صحیفہ۔ نقد۔ تنقید۔ ناقد۔ قصہ۔ مؤلف۔ مصنف۔ قصیدہ۔ ہجو۔ غزل۔ عاشق۔ معشوق۔ حبیب حبیبہ۔ مدح۔ ذم۔ مشاعرہ۔ بیان۔ ادیب۔

عروض عربیہ کی مصطلحات اردو میں | وزن۔ بحر۔ ارکان۔ بحر۔ تقطیع۔ اجزا۔ ارکان۔ بحر الرجز۔ بحر الرمل۔ بحر المتدارک۔ بحر المتقارب۔ بحر الخفیف۔ بحر السریع۔ بحر المجتث۔ بحر المنسرح۔ بحر المقتضب۔

فوجی اصطلاحات | فوج۔ مقدمۃ الجیش۔ میمنہ۔ میسرہ۔ بندوق۔ فتح۔ غازی۔ غزوات۔ ہزیمت۔ ہجوم۔ حملہ۔ فتح المفتوح۔ فوجی۔ قوات مسلحہ۔ اسلحہ۔ حدود۔ قوات البحر۔ امیر البحر۔ تصادم۔ صلح۔ اسیر۔ فاتح۔ مفتوح۔ عسکری انقلاب۔ دمدمہ۔ خصم۔ حرب۔ لاسلکی۔ میدان الحرب۔ اعلان الحرب۔ جہاد۔ سیف۔ سیف اللہ۔ قانون الحرب۔ خندق اور مقابل وغیرہ۔

عربی اقتصادی مصطلاحات اردو میں | زیادت و نقصان۔ راس المال۔ مرکزی بنک۔ تمسک بنک۔ اموال مسروقہ۔ قسمت نفع۔ کساد اقتصادی۔ اقتصادی حالت۔ خزانہ۔ قرض۔ خسائر۔ نفقہ۔ اجارہ۔ استحصال۔ احتکار

افراط زر۔ تفریط۔

سائنسی اصطلاحات | کشف۔ وزن مخصوص۔ نظریہ۔ ارشمیدس۔ مقیاس المطر۔ مقیاس اللبن۔ مقیاس الحرارت۔ الکیمیا۔ الطبیعات۔ خواص المادہ۔ حواس خمسہ۔ الجمود۔ تقطیر۔ سرعۃ حرکۃ۔ عمل تکاشف۔ عمل التحریق تجمید الماء۔ نقطہ الانجماد۔ نسیم البحر۔ نسیم البر۔

مصطلاحات جغرافیہ | کرۃ الارض۔ خط الاستواء۔ منطقہ حارہ۔ منطقہ شمالی وجنوبی۔ منطقہ معتدلہ۔ قطب شمالی۔ قطب جنوبی۔ محور زمین۔ عرض البلد۔ طول البلد۔ زلزلہ۔ جریب۔ مساحہ۔ میدان۔ نہر۔ بحر۔ بحر الکاہل بحر ہند۔ جزیرہ۔ سطح مرتفع۔ حدود اربعہ۔ براعظم۔

مصطلحات ریاضیات | ا۔ حساب۔ نفع۔ نقصان۔ راس المال۔ جمع۔ تفریق۔ ضرب۔ تقسیم۔ نسبت۔ تناسب۔ تناسب فی الوسط۔ وراثت۔ شراکت۔ مضاربت۔ اجارہ۔ قیمت۔

ب۔ الجبرا۔ مساوات۔ رکن۔ رکن جملہ۔ جمع۔ تفریق۔ ضرب۔ تقسیم۔ مفروضہ۔ ثبوت۔

ج۔ جیومیٹری کی اصطلاحات | نقطہ۔ خط منحنی۔ مستقیم۔ خط۔ مسطر۔ زاویہ۔ حادہ۔ قائمہ۔ مستقیمہ۔ مثلث۔ حادۃ الزاویہ مثلث۔ قائمہ۔ منفرجہ۔ مربع۔ مخمس۔ مسدس۔ مسبع۔ مثمن۔ متسع۔ معشر۔ ذوذنقہ۔ معین۔ مثلث متساوی الاضلاع مختلف الاضلاع۔ متساوی الساقین۔ دائرہ۔ محیط دائرہ۔ وتر۔ قطر۔ نصف قطر۔ نصف دائرہ۔ قوس۔

عربی دینی مصطلحات اردو میں

۱۔ عقائد۔ توحید۔ جنت۔ جہنم۔ ملائکہ۔ قرآن۔ یوم القیامت۔ یوم آخر۔ الخیر والشر۔ القدر والجبر۔ البعث بعد الموت کفر۔ شرک۔ نفاق۔ توبہ۔

۲۔ نماز۔ فرض۔ واجب۔ مستحب۔ سنت۔ مباح۔ استنجا۔ طہارت۔ وضو۔ تیمم۔ تحیۃ الوضو۔ تحیۃ المسجد۔ مضمضہ۔ استنشاق۔ جامع مسجد۔ جمعہ۔ خطبہ۔ اذان۔ تکبیر۔ قیام۔ جلسہ۔ قومہ۔ رکوع۔ سجود۔ قراۃ۔ صلاۃ الجمعہ۔ عیدین صلوٰۃ الفجر۔ الظہر۔ العصر۔ المغرب۔ العشاء۔

۳۔ روزہ۔ رمضان۔ سحر۔ فطار۔ لیلۃ القدر۔ ختم القرآن۔ اعتکاف۔ صلوٰۃ التراویح۔ صلوٰۃ العید۔ وضحٰی۔ غنی فقیر۔ وغیرہ

۴۔ زکوٰۃ۔ عاقل۔ بالغ۔ حسی عشر۔ بیت المال۔ اخراج الفدیہ۔ صدقہ۔ مویشی فقراء۔ مساکین اغنیاء۔ نصاب اور مستحقین وغیرہ۔

۵۔ حج۔ نیت۔ احرام۔ میقات۔ حج الافراد۔ قران۔ تمتع۔ طواف۔ سعی۔ عمرہ۔ صفا ومروہ۔ زمزم۔ مقام ابراہیم حطیم۔ حجر اسود۔ منٰی۔ جبل عرفات۔ جبل النور۔ مسجد نمرہ۔ مسجد خیف۔ رمی جمار۔ نحر۔ حلق۔ قصر۔ دم۔

مدینہ منورہ میں | قبر النبی۔ مسجد النبی۔ جنۃ البقیع۔ جبل احد۔ مسجد قبلتین۔ مسجد قبا۔ بئر عثمان۔

قارئین مندرجہ بالا مباحث سے واضح ہوگیا ہے۔ کہ اردو اور عربی کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔
بعض ملحدین کی یہ کوشش کہ اردو کی اصل سنسکرت ہے اور اس کو اصل سے واصل کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ہندوستان میں ہو رہا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اردو کی اصل عربی زبان ہے جس پر اردو کی بقا کا دارومدار ہے۔ عربی کلمات اور مصلحات کو نکال دینے سے اردو اپنی موت آپ مر جائے گی۔

آج کل ہندوستان میں جو ہندی زبان رائج ہے۔ وہ بھی عربی سے بے نیاز نہیں۔ اگر آپ آل انڈیا ریڈیو کا ہندی پروگرام یا بی بی سی کا ہندی پروگرام سنیں تو اس میں دس سے بیس فیصد عربی الفاظ ضرور محسوس کریں گے۔

حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا

مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔

FABRICS

خوش پوشی کے پیش رو

حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی کا ایک ڈویژن

HTM-1/77 (CCI) Crescent

انڈے
کے
غذائی اجزاء

پروٹین : ۰۔۰۶ گرام
کیلوریز : ۰۔۰ گرام
کیلشم : ۳۔۰۰ گرام
فاسفورس : ۱۱۔۰ گرام
فولاد : ۱۔۵۵ ملی گرام
وٹامن اے : ۵۰۰ آئی۔یو
وٹامن ڈی : ۳۰ آئی۔یو
وٹامن بی ۱۱۴۰ مائیکروگرام

دو انڈے روزانہ
تندرست و توانا

صاف فارمز
بن قاسم۔ کراچی

وقائع نگار خصوصی مقیم تھائی لینڈ

؟ عالم اسلام کے لئے لمحۂ فکریہ

تھائی لینڈ کی مُسلم اقلیت

حالات۔ واقعات اور فسادات

تھائی لینڈ کے اخبار ڈیلی نیوز نے ایک مضمون شائع کیا ہے کہ

۸ مئی ۱۹۸۱ء کو تھائی لینڈ کی ملیشیا فوج نے تحریک آزادی کے جوانوں کا تعاقب کر کے ملائشیا کی سرحد سے پار گولیوں کا نشانہ بنایا۔ نیز یہ ایک اقدام ملائشیا کی حکومت کی اجازت سے ہوا ہے۔

ایک اسلامی اخبار جومونو نے لکھا ہے کہ تھائی لینڈ کی افواج نے جوگن شپ ہیلی کاپٹر استعمال کئے۔ ان پر کسی حکومت کا کوئی نشان نہ تھا۔ لہذا یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ گن شپ ہیلی کاپٹر کس ملک کے ہیں۔ تھائی لینڈ کے ہیں یا ملائشیا کے۔ ان ہیلی کاپٹروں نے نیچے پرواز کر کے گولیوں سے تحریک آزادی کے اڈوں اور مکانات کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ بعد میں یہ ہیلی کاپٹر تھائی لینڈ کی طرف چلے گئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ جہاز تھائی لینڈ کے تھے۔ اور ملائشیا کی حکومت کی اجازت سے آئے تھے۔ اب مسلمانوں کے لئے دونوں طرف سے خطرہ ہے۔ ایک طرف ملائشیا کی حکومت عدم تعاون کا ثبوت دے رہی ہے۔ اور دوسری طرف دشمن کی افواج کو اپنے ملک کے اندر تک تعاقب کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ تھائی لینڈ کی حکومت اسرائیل کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو اپنے علاقے سے نکل جانے پر مجبور کر رہی ہے۔

یاد رہے کہ جہ بمو نوا خوان المسلمون کا ہفت روزہ اخبار ہے جو بنکاک سے شائع ہوتا ہے۔

روزنامہ سیام ارکھ ۲۸ مئی ۱۹۸۱ء میں لکھتا ہے۔ کہ

اسمبلی میں اس بات پر بحث ہوئی کہ طاقت کے استعمال سے گریز کرنا بہتر ہے بلکہ اس مسئلے کا سیاسی حل نکالنا چاہیئے مگر اکثریت طاقت استعمال کرنے کے حق میں تھی۔ مسلمان واک آوٹ کر گئے۔ یہ مسلمان ضلع یلد کے باشندے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مگر اب حکومت نے یہاں کلب اور ہوٹل بنا دئے ہیں۔ اور رنگا رنگ کے کھیل تماشے منعقد کئے جاتے ہیں جو اسلامی معاشرے کے خلاف ہے۔ لہذا تحریک آزادی کے کارکنوں نے رات کو حملہ کر کے ان ہوٹلوں، نائٹ کلبوں اور تماشا گاہوں کو نیست و نابود کر دیا۔

حکومت نے انتقام لینے کے لئے جہازوں سے دیہاتوں پر بمباری کر کے ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اِدھر آزادی کے متوالوں نے بھی دھمکی دی ہے کہ ہم شہید ہو جائیں گے مگر ان شیطانوں کو اپنی سرزمین سے نکال باہر کریں گے۔

اسلامی پارٹی آف ملائشیا کے سربراہ جناب داتو عصری نے ایک دفعہ پھر تحریک آزادی آف پٹانی سے مکمل تعاون کا یقین دلایا ہے۔

حلقہ پٹانی سے منتخب ممبر جناب احمد اور امین نے اسمبلی میں مسلمانوں سے متعلق سیاسی حل نکالنے کے لئے متعدد تجاویز پیش کیں مگر اکثریتی ووٹوں نے انہیں مسترد کر دیا۔ تحریک آزادی میں اخوان المسلمون آف تھائی لینڈ پیش پیش ہے انہوں نے شہادت پانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

جنوبی تھائی لینڈ سے مسلمانوں کی ہجرت | عرصہ دراز سے مسلمانوں پر ظلم و استبداد ہو رہا ہے۔ اور مسلمان بحیثیت ایک مظلوم قوم ان تمام مظالم کو برداشت کر رہے ہیں۔ حکومت مسلمانوں کو مجرم ٹھہرا کر ان کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ اور کہیں مسلمانوں کے معروف لیڈروں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ ان تمام مصائب اور مظالم سے مسلمانان تھائی لینڈ تنگ آ کر ظالم اور دشمن قوم کے خلاف خفیہ اور ظاہری اقدامات شروع کئے۔ ان اقدامات میں ان کا ایک قدم یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہجرت شروع کر دی۔ یہاں کے اخبارات کے مطابق مہاجرین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر چکی ہے۔

فوجی طاقت کا استعمال | حکومت تھائی لینڈ فوج اور پولیس استعمال کر رہی ہے۔ مگر جتنا فوجی دباؤ بڑھ رہا ہے اتنی ہی مخالفت بھی بڑھ رہی ہے۔ حال ہی میں تحصیل ہاڈجائے ضلع سنگ خلہ میں پولیس کی ٹینگ کے دوران نامعلوم افراد کی طرف سے ایک خط ملا جس میں تحریر تھا کہ تحریک آزادی کے خلاف اگر طاقت استعمال کی گئی تو نتائج خطرناک ثابت ہوں گے۔ اور اس کی تمام ذمہ داری حکومت پر ہو گی۔

ملائشیا اور تھائی لینڈ کے حالیہ مذاکرات | گذشتہ مئی میں دونوں ممالک میں سرحدی مذاکرات ہوئے۔ ملائشیا کی حکومت نے کہا ہے کہ مہاجرین کی امداد نہیں کریں گے۔ مگر تارکین وطن کو عوام کی حمایت حاصل ہے۔ اور سابق وزیر داتو عصری تارکین وطن کی حمایت کرتے ہیں۔

ڈاکوؤں کی وارداتیں | بنکاک کے جنوب کی طرف سڑک پر رات کے وقت بہت لوٹ مار ہوتی ہے جس سے پورے تھائی لینڈ کا نقشہ بدل گیا ہے۔ اور یہاں کے مسلمانوں کی حالت انتہائی قابل رحم ہے۔ اور غلامی کی بدترین زندگی گذار رہے ہیں۔

تحریک آزادی تھائی کی تنظیم کا نام پی۔ ایل۔ او ہے۔ اس تنظیم نے حکومت کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ چھپن ہزار فوجی تنظیم کو دبانے کے لئے رات دن گولیاں برسا رہی ہے۔ اسی طرح پولیس کے تین ہزار سپاہی تحریک آزادی کے کارکنوں کو کچلنے کے لئے سرگرم عمل ہے۔

روز نامہ تھائی رتھ لکھتا ہے کہ طاقت کے ذریعہ کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔
[illegible] کے مقام پر پولیس اور مسلمانوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی۔ اس معرکہ میں پولیس کے آٹھ افسرانِ اعلیٰ ہلاک اور متعدد سپاہی زخمی ہوئے۔ پولیس کی امداد کے لئے فوجی دستے طلب کئے گئے۔ مگر مجاہدین پہاڑی علاقہ میں روپوش ہو گئے۔
اسی طرح ۴ر جون کو بھی پولیس اور مسلمانوں کے درمیان تصادم ہوا۔ مسلمانوں نے رات کے وقت پولیس کی ایک چوکی پر حملہ کیا اور چار پولیس والوں کو قتل کیا۔ اور ساتھ ہی ریلوے کے ایک گودام میں موجود دو چوکیداروں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

۷ر مئی کو وزیر اعظم جنرل پریم کے دورے کا اعلان ہوا۔ اور اچانک جنوبی تھائی لینڈ خصوصاً فتانی چلا گیا۔ سوائے چند ائمہ مساجد کے وزیر اعظم کو کوئی نہ ملا جس سے وزیر اعظم کی کافی حوصلہ شکنی ہوئی۔ واپسی پر اس نے جنوبی تھائی لینڈ میں اور سخت اقدامات کرنے کا حکم دیا۔
ضلع سراتھانی میں مجاہدین نے ایک فوجی گاڑی پر دستی بم پھینکا۔ جس سے ۷ فوجی ہلاک اور بیس زخمی ہوئے۔ فوجی گاڑی بھی راکھ کا ڈھیر بن گئی۔
پولیس کے اکثر سپاہی جنوبی تھائی لینڈ میں جانے سے گریز کرتے ہیں۔ اور موقع ملنے پر فرار ہونے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ایک اخباری بیان کے مطابق پندرہ ہزار مسلمان باشندے سرحد پار کر کے ملائشیا چلے گئے۔ اور زمینداروں نے اپنی پیداوار بنکاک کی منڈیوں میں بھیجنے سے روک رکھا ہے۔ بلکہ زمیندار اپنا مال چوری چھپے ملائشیا سمگل کر دیتے ہیں اور بنکاک کی منڈیوں میں ناریل۔ کافی اور پان سپاری کی قلت ہو گئی ہے۔
<u>شمالی تھائی لینڈ</u> برما کی سرحد کے قریب ضلع چینگرائی میں بھی کمیونسٹوں سے محاذ آرائی کی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ ویسے تو متعدد بار فوج اور کمیونسٹوں کا آمنا سامنا ہو چکا ہے۔ مگر ۷ر مئی کے مقابلے میں ۱۲ فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔ فوج اپنی لاشیں سنبھالنے میں ناکام رہی۔ اور زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے میں دشواری پیش آئی۔ ہیلی کاپٹروں پر کمیونسٹ گولیاں برساتے تھے۔ جس سے متعدد فوجی زخمی ہوئے۔ اس معرکہ کو T.V پر بھی دکھایا گیا۔ اس ضلع میں تیس ہزار چینی مسلمان ہیں۔ ضلع کے صدر مقام میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے۔ اس مسجد کے امام جو پاکستانی تھے پندرہ سال تک امامت کے فرائض انجام دئے۔ ان کا گذشتہ سال انتقال ہو گیا ہے۔
ضلع پتھوری میں بھی کافی وارداتیں ہو چکی ہیں۔ جس سے متعدد پولیس کے جوان ہلاک ہوئے۔ یہ محاذ آرائی کافی دنوں تک جاری رہی۔ پولیس کے ظلم و تشدد سے عوام تنگ آ چکے ہیں۔ اور یہ معرکہ تنگ آمد بجنگ آمد کے مترادف ہے۔ لوگوں نے اعلان کیا ہے کہ اگر ظلم و تشدد بند نہ ہوا تو اس معرکہ کو ابتدائی معرکہ سمجھئے۔ پورے ملک میں پولیس

کا وقار ختم ہو چکا ہے۔

۶ر جون کو تھائی لینڈ کے مسائل کے بارے میں فوری طور پر اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا جس میں حزب اختلاف کی طرف سے متعدد تجاویز پیش کی گئیں۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ افہام و تفہیم پر فیصلہ کیا جائے۔ مگر وزیر اعظم نے مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز الفاظ استعمال کئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت مسلمانوں کو دبانے کا پختہ ارادہ رکھتی ہے۔

رام کینگ جو بنکاک میں مشہور یونیورسٹی ہے جس میں ۹۰ فیصد مسلمان طلبا ہیں جنہوں نے ایک تنظیم بنام "طلبا جنوبی تھائی لینڈ" بنائی ہے۔ اس تنظیم نے "التقویٰ" نامی ایک ہفت روزہ رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ اس میں کافی تجربہ کار احباب حصہ لے رہے ہیں۔

تھائی لینڈ میں مسلمانوں کی نسل کشی | گذشتہ کئی ہفتوں سے جنوبی تھائی لینڈ کے اضلاع یلا۔ ناداتی واٹ ستون۔ پٹانی بالخصوص سُداتاتی۔ بنخوان سنتمرات۔ پترونگ۔ سنگ خلا میں بالعموم مسلم کش مہم چلائی جا رہی ہے ان میں سینکڑوں خاندان متاع زندگی سے محروم کئے گئے ہیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ بچے کھچے مسلمان میں ان کو ملک سے نکالنے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ راہزنی۔ ڈاکہ زنی کی واردات ملک کے غیر مسلم عوام کرتے ہیں۔ مگر اس کا الزام مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے۔ اور لٹیروں کے نام سے پکارتے ہیں۔

گذشتہ ہفتے تحریک آزادی کے کارکنوں نے اخبارات میں خطوط بھیجے کہ ہم مسلمان نہ ڈاکو ہیں نہ لٹیرے۔ بلکہ انصاف چاہتے ہیں۔ ان تمام جرائم کی ذمہ دار فوج اور پولیس ہے۔ اور اس غیر قانونی طریقوں کی آڑ میں مسلمانوں کو قتل کرنے اور ملک سے باہر نکالنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

تھائی لینڈ کی نام نہاد مذہبی آزادی دینے والی نام نہاد حکومت میں مسلم کش فسادات روزمرہ کا معمول بن چکا ہے اس میں ہزاروں بے گناہ مسلمان لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ ان کی املاک تباہ کر دی گئی۔ اور انہیں مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

تحصیل سائبوری ضلع فتانی میں واضح ہو چکا ہے۔ تھائی لینڈ کے تمام مسلمان اسلامی کانفرنس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ آکر خود ان تمام واقعات کا جائزہ لیں۔ اور ان واقعات کا سختی سے نوٹس لیں۔ اور اپنا اثر رسوخ استعمال کر کے اس قتل اور غارت گری کو ختم کیا جائے۔

تمام اسلامی ممالک کو چاہیئے کہ تھائی لینڈ کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کریں۔ یا سفارتی سطح پر ان پر دباؤ ڈالیں۔ ان اقدامات سے مسلمانوں کا وقار بڑھے گا اور مسلمانان تھائی لینڈ کو انصاف مل جائے گا۔

کیا آج تک تھائی لینڈ کے مسلمانوں کے قتل عام سے اسلامی ممالک بے خبر ہیں؟ مگر آج حجاج بن یوسف کہاں ہے جس نے چند مسلمانوں پر ظلم کی وجہ سے پورے سندھ پر اسلامی جھنڈا لہرایا تھا۔ اور آج تو سینکڑوں مسلمانوں کا

قتل وغارت تو درکنار لاکھوں مسلمانوں کے قتل وغارت سے بھی مسلمانوں کو احساس نہیں ہوتا۔ ہمسایہ ملک انڈیا میں مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کرنا روزمرہ کا معمول ہے۔ اور دوسری طرف اسلامی دنیا کے اتحاد و اتفاق کے بڑے بڑے اشتہارات شائع ہوتے ہیں۔ مگر اس طرف کسی کا خیال نہیں کہ اپنی خوشیوں میں بھارتی، تھائی لینڈ اور فلپائن کے مسلمانوں کو بھی شریک کریں۔ فلپائن میں بھی لاکھوں مسلمان شہید ہو گئے۔ لیکن تیل کی دولت سے مالامال اسلامی ممالک اپنے بستروں میں آرام اور غفلت کی میٹھی نیند سو رہے ہیں۔

تھائی لینڈ میں علماء کرام کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ حکومت کی حمایت میں تقریر کریں۔ اور ان تقاریر کو نشر کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے دلائل قرآن و حدیث سے دئے جاتے ہیں۔ اگر علماء کرام ایسا نہ کریں تو راتوں رات ان کی موت کے خفیہ آرڈر جاری ہوتے ہیں۔ کئی عالم دین ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔

مسلمانوں کی آبادیوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کے مبلغ کمزور مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ وہ بین الاقوامی ادارہ جو حقوق انسانی کا علمبردار ہے۔ وہ صرف اسلام دشمن عناصر کے اعانت کے لئے قائم کیا گیا ہے یا تمام انسانوں کے لئے۔ اگر تمام انسانوں کے لئے ہے تو ہم اس ادارہ سے الحق کی وساطت سے پوچھتے ہیں۔ کہ انہوں نے تھائی لینڈ، فلپائن اور بھارت کے مسلمانوں کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں۔ کیا ان ممالک میں مسلمانوں پر جو قیامت برپا ہے بین الاقوامی ادارہ حقوق انسانی کا ان سے بے خبر ہے۔

ایک معتبر ذرائع سے معلوم ہے کہ تھائی لینڈ میں قرآن کریم کا لفظی ترجمہ اور تفسیر کرنا منع ہے۔ جہاد اور اسلامی ریاست کے بارے میں مواد شائع کرنا بھی ممنوع ہے۔

کمیونسٹوں کی طرف سے بھی دباؤ بڑھ رہا ہے۔ بنکاک میں روزانہ بموں کے دھماکے ہو رہے ہیں۔ تا حال اس کی ذمہ داری کسی نے قبول نہیں کی۔ تھائی لینڈ کے مسلمان اسلامی ممالک سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی اخلاقی اور مادی حمایت کی جائے اور بین الاقوامی سطح پر ان کا مسئلہ اٹھایا جائے۔ دنیا کے کونے کونے میں ہماری فریاد پہنچائی جائے۔

روزنامہ ڈیلی ٹائم میں ایک خبر شائع ہوئی کہ جنوبی تھائی لینڈ میں ایک اہم شخصیت کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔

عرصہ دراز سے تبلیغی جماعت کے وفود یہاں آتے ہیں ان کی تبلیغ سے بحر الدین یوسف پر کافی اثر ہوا۔ اور تبلیغی جماعت کے ساتھ اس نے ملک بھر میں تبلیغی گشت کی جو چند ہی سالوں میں ایک محبوب شخصیت بن کر ابھرا۔ مگر دشمن اس کی تاک میں لگے رہے۔ ایک دن اپنے گاؤں کے گرد و نواح میں گشت کر رہے تھے کہ دو آدمی فوجی لباس میں نمودار ہوتے اور بحر الدین یوسف پر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ ایک گولی پیشانی میں اور پانچ سینے میں پیوست ہو گئیں۔ مسلمانوں کے اس خادم نے جام شہادت نوش کیا۔ اور قاتل بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔

از جناب میاں بشیر احمد صاحب اسسٹنٹ پروفیسر
ادارۂ تعلیم و تحقیق پشاور یونیورسٹی

ابن خلدونؒ، شاہ ولی اللہؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تعلیمی نظریات و اصول

ابن خلدون بحیثیت ایک مفکر تعلیم | قدرت نے ابن خلدون کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ بیک وقت عالم دین بھی تھا اور سیاستدان بھی۔ مورخ بھی اور جغرافیہ دان بھی۔ فلسفۂ تاریخ کا بانی بھی تھا اور فلسفہ عمرانیات کا پیشرو بھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک ماہر تعلیم اور معلم تھا۔ درس و تدریس اور فلسفۂ تعلیم میں جس بالغ نظری و وسعت فکر کا ثبوت ابن خلدون نے بہم دیا ہے۔ وہ اس کی خداداد قابلیت اور ذہانت پر دلالت کرتی ہے۔

ابن خلدون نے تمام علوم کو دو شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔ طبعی علوم اور نقلی علوم۔

طبعی علوم سے مراد وہ علوم ہیں جن کے بارے میں انسان خود اپنی فکر سے کام لیتا ہے۔ خود اپنے قوائے عقلیہ سے ان کے موضوعات۔ مسائل۔ دلائل اور وجوہ تعلیم کی معلومات اکٹھی کرتا ہے۔ اور انسان خالصتہً اپنی ذہنی طاقتوں سے کام لے کر ان علوم میں مہارت پیدا کرتا ہے۔

نقلی علوم سے مراد وہ علوم ہیں جو کسی وسیلے سے انسان تک پہنچتے ہیں اور انسان محض اپنی عقل کی رسائی سے ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ ان کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابن خلدون کے نزدیک قوموں کی نشوونما اور ارتقار میں ہر دو علوم بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

مقصد تعلیم | انسان نے اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لئے اپنی مخصوص قوت فکر کو کام میں لا کر عمرانی زندگی کی بنیاد ڈالی۔ اگر اس کا بنظر عمیق جائزہ لیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قوت فکر ہی انسان کو حیوان سے بلند مرتبہ دلاتی ہے۔ لہٰذا تعلیم کا اولین مقصد ابن خلدون کے نزدیک علم معرفت یا علم حقیقت حاصل کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قدرت نے انسان کو حواس خمسہ دیئے ہیں۔ لیکن حواس خمسہ سطحی علم کی بنیاد ہیں۔ علم معرفت حاصل کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ علم معرفت حاصل کرنے کے لئے ایک اعلیٰ حس ہے۔ جس سے صرف

وہ افراد فیض یاب ہوتے ہیں جنہیں پیغمبر کہا جاتا ہے۔ ہر انسان کا فرض اولین ہے کہ وہ ان احکام پر ایمان لائیں جو کہ پیغمبروں نے ہم تک پہنچائے ہیں۔ چنانچہ ان احکامات پر ایمان لانا علم معرفت کی پہلی سیڑھی ہے۔ علم معرفت حاصل کرنے کے لئے ایمان کی پختگی ضروری ہے۔ ایمان کی پختگی کے بعد انسان علم حاصل کرے اور حقیقت دریافت کرنے کی کوشش کرے۔

طریقہ تعلیم | ابن خلدون اپنے دور کے معیار تعلیم سے مطمئن نہ تھا۔ اسے شکایت تھی کہ طلبہ برسوں کے بعد بھی علم میں مہارت حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس کے نزدیک علم میں ملکہ و مہارت حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ ہے کہ طلباء کو بحث و مباحثہ کا عادی بنایا جاتے۔ اور انہیں ایسے مواقع میسر ہوں کہ وہ علمی مسائل پر تحقیقی گفتگو کر سکیں۔ آج جب مغربی مفکرین بحث و سیمینار کے طریق کو دوسرے طریقوں پر ترجیح دیتے ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عظیم مسلمان مفکر تعلیم نے اسی طریق کا پرچار چودھویں صدی عیسوی میں کیا تھا۔

۲۔ ابن خلدون نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک فن پڑھایا جاتے۔ دو علم بیک وقت نہ پڑھائے جائیں۔ اس سے توجہ بٹ جاتی ہے۔ اور طالب علم کورے کا کورا رہ جاتا ہے۔ اس لئے قدیم نصاب کی ایسی کتابیں جن میں دوسرے علوم کے مسائل مخلوط کر دئے گئے ہیں نصاب سے خارج کر دیے جائیں اور ہر فن اور ہر علم میں صرف وہی کتابیں رکھی جائیں جن میں صرف اسی فن اور اسی علم پر بحث ہو۔

۳۔ تدریس میں آسان سے مشکل کی طرف اقدام کرنا چاہئے نہ کہ مشکل سے آسان کی طرف۔

۴۔ ابن خلدون تعلیم کے اس اصول کا بھی حامی ہے کہ ہمیں تعلیم کا آغاز گرد و پیش کی چیزوں کو بطور مثال پیش کر کے کرنا چاہئے۔ یہ اس لئے کہ بچے حسّی اور مقرون مثالوں سے مختلف مسائل آسانی سے سمجھ جاتے ہیں۔

۵۔ مختلف مسائل پڑھاتے وقت بچوں کی علمی استعداد کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے بچے کا ذہن جس چیز کو سمجھنے سے قاصر ہو اس کی تعلیم سے پرہیز بہتر ہے۔

۶۔ ابن خلدون نے اس بات کی تلقین کی ہے کہ ہمیں تعلیم کا آغاز مادری زبان میں کرنا چاہئے کیونکہ اجنبی زبان میں تعلیم نصف تعلیم کے مترادف ہے۔

۷۔ ابن خلدون شاگردوں کے بارے میں خاص طور پر یہ ہدایت کرتا ہے۔ کہ ہمیں شاگردوں کے ساتھ نہایت ہمدردی سے پیش آنا چاہئے وہ بچوں کی ہمہ گیر نشو و نما کا قائل ہے۔ اور بچوں کی معقول تربیت پر بڑا زور دیتا ہے لیکن اس بات کا سخت مخالف ہے کہ ان کی تربیت کے دوران ان پر کسی قسم کا تشدد روا رکھا جائے۔ ابن خلدون نے اساتذہ اور والدین کو تشدد سے باز رکھنے کی تلقین کی ہے۔ تشدد بچوں میں تمام بری عادتیں پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً جھوٹ بولنے اور بہانے تراشنے کی عادت ان میں پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اس کے

ساتھ ساتھ غیرت کا مادہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اساتذہ کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ شاگردوں سے پیار و محبت سے پیش آئیں۔ اس طرح شروع ہی سے بچوں میں نیک عادات کی بنیاد ڈالی جا سکتی ہے۔

یہ ہیں وہ تعلیمی نظریات جن کو علامہ ابن خلدون نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف کے مقدمہ میں بیان کیا ہے اور جن کے مطالعہ کے بعد ابن خلدون کے بے پناہ علمی بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی خدمات کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے اسلاف میں ایسے موتی پنہاں ہیں جن کی علمی بصیرت کو اگر روشن کیا جائے تو اہل مغرب کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی شاہ ولی اللہ غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ انہوں نے مروجہ علوم کی تحصیل صرف پندرہ سال کی عمر میں ہی مکمل کر لی۔ باطنی علوم کے فیضان اور تحقیق کے سلسلے میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ شاہ صاحب کی تعلیم کا اہتمام زیادہ تر اپنے والد بزرگوار کی زیر نگرانی ہوا۔ اور زیادہ تر اکتساب ان ہی سے کیا۔ علم حدیث، تفسیر، علم فقہ، منطق، علم کلام، سلوک و تصوف، طب، فلسفہ اور ہیئت و حساب جیسے مضامین میں خاصی دسترس حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جلد ہی آپ کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کی شہرت ملک کے کونے کونے میں پہنچ گئی۔ دور دراز سے تشنگان علوم و معارف آپ کے تلامذہ میں شامل ہوتے۔ آپ نے بارہ سال تک متواتر درس و تدریس کے کام کو جاری رکھا اور اسی دور میں آپ نے مختلف علوم کی فہمائش میں بڑا مقام حاصل کیا۔ آپ کے دل و دماغ میں تحقیق و تجسس کا وہ جذبہ پیدا ہوا جس کی خاطر آپ نے حجاز کا سفر اختیار کیا۔ قیام حرمین کے زمانے میں شاہ صاحب متعدد علماء و مشائخ سے کسب فیض کرتے رہے۔ مدینہ منورہ میں شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم مدنی سے سند حاصل کی۔ شیخ ابو طاہر شاہ صاحب کے بڑے معتقد تھے۔ فرمایا کرتے تھے ولی اللہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے ہیں اور میں معنی کی سند ان سے لیتا ہوں۔

حجاز سے واپسی پر شاہ صاحب نے اپنے والد کے ایک چھوٹے سے پرانے مکان میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور وہ "مدرسہ رحیمیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ جب آپ کے علمی کمالات کا شہرہ دور دراز تک پہنچا تو چند ہی دنوں میں طلباء کا ہجوم ہو گیا۔ اور جگہ کی تنگی کا احساس ہونے لگا۔

بادشاہ وقت سلطان محمد شاہ نے یہ حالات دیکھ کر شاہ صاحب کو بلا بھیجا اور شہر میں ایک عالیشان حویلی دے دی۔ آپ نے یہاں دارالحدیث کا افتتاح فرمایا۔ اب یہ نیا مدرسہ ایک بڑا دارالعلوم سمجھا جانے لگا جناب شاہ صاحب نے بڑے انہماک سے درس و تدریس کا کام جاری رکھا۔ یہ سلسلہ کئی پشتوں تک اس خاندان میں چلتا رہا۔ بالآخر ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں یہ مدرسہ تباہ ہو گیا۔

جناب شاہ صاحبؒ نے تعلیم و تدریس کے زمانے میں اپنے اوقات کار کو یوں تقسیم کر رکھا تھا۔

۱۔ صبح کی عبادت سے فارغ ہوکر دوپہر تک طلبا کو درس حدیث دیتے۔
۲۔ معرفت و تصوف کے اسرار و غوامض پر بحث فرما کر سامعین کو مستفید فرماتے۔
۳۔ آپ نے ہر فن کے لئے ایک فرد تیار کر لیا تھا۔ جس فن کا جو طالب علم ہوتا اس کو اسی فن کے استاد کے سپرد کر دیتے۔ یہ معلم حضرات آپ ہی کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے۔ مدرسہ ان ہی کے سپرد تھا۔ خود آپ حدیث کے معارف بیان فرمانے اور تصنیفات میں محو رہتے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی شاہ صاحب کے کارہائے نمایاں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اور سب سے بڑا کام کم از کم میرے ناچیز خیال میں شاہ صاحب کا یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے انہوں نے ہندوستان میں قرآن و حدیث کے ترجمے کی بنیاد بڑی جرأت اور ہمت سے کام لے کر ڈالی۔ اگرچہ خود انہوں نے فارسی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ اور حدیث کی قدیم ترین کتاب مؤطا امام مالک کا بھی ترجمہ فارسی میں کیا۔ ان کے زمانے تک غالباً اردو عام طور سے لکھنے پڑھنے کی زبان نہیں بنی تھی۔ عوام فارسی ہی میں لکھتے پڑھتے تھے۔ لیکن جوں ہی اردو نے قدم آگے بڑھایا اور اس راہ میں اس نے بڑی تیزی دکھائی۔ تو محض اس لئے کہ شاہ صاحب کا نمونہ فارسی میں موجود تھا۔

آپ کے صاحبزادوں میں سے حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے بامحاورہ اردو میں اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے لفظی ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل فرمائی۔

شاہ صاحب نے مسلم معاشرے کی تربیت و اصلاح کا ایک واضح تعلیمی پروگرام مرتب کیا۔ اور اسے عملی طور پر اپنایا۔ آپ نے تدریسی معاملات میں رہنمائی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی جو ذیل میں پیش خدمت ہے۔

۱۔ صرف و نحو کے چند اصول حسب استعداد طلبا کو حفظ کرا دیتے۔ اس کے بعد حکمت یا تاریخ کی کوئی عربی کتاب پڑھا دی جاتی۔
۲۔ عربی زبان پر قدرت حاصل ہو جانے کے بعد موطا امام مالک کا درس دیا جاتا۔
۳۔ قرآن مجید کا ترجمہ بغیر تفسیر کے پڑھایا جاتا۔ البتہ جہاں کہیں کوئی مشکل مسئلہ پیش آجاتا۔ اس کی تشریح کر دی جاتی۔
۴۔ تفسیر جلالین پڑھائی جاتی۔
۵۔ کتب احادیث و فقہ اور حکمت کا مطالعہ کرایا جاتا۔

تدریس کے یہ درجات آپ نے خود مقرر فرمائے اور ان کا وضع کردہ طریقہ بڑا مفید اور کامیاب رہا۔

حکیم الامت مولانا تھانویؒ حضرت مجدد الملۃ حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ علمائے متاخرین میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کے متعلمین، مریدین اور معتقدین سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تھے۔ آپ کے

"مجازین" کی تعداد ۱۲۹ تک پہنچتی ہے جس میں ۷۰ مجازین بیعت ہیں۔ جن کو اصطلاح عام میں "خلفاء" کہا جاتا ہے۔ اور ۵۹ مجازین بیعت ہیں جن کو بیعت کرنے کی تو اجازت نہیں لیکن صرف تبلیغ کی اجازت ہے پھر مذکورہ ۷۰ خلفاء میں نہ صرف ہیں جو علوم ظاہری پر کم عبور رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ بھی ہیں جو اپنے وقت کے علامہ اور اپنے دور کے کامل اساتذہ ہیں۔

آپ بڑے کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف عربی۔ فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہیں۔ موضوع کے اعتبار سے آپ کی تصانیف میں بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، کلام و عقائد، سلوک و تصوف غرض کہ ہر موضوع کی کتابیں شامل ہیں۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد چودہ برس تک مدرسہ فیض عام کانپور میں درس دیتے رہے۔ پھر کانپور ہی میں جامع العلوم کے نام سے ایک اور مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ چودہ برس درس و تدریس میں مصروف رہے اور اس عرصہ میں آپ کے فیض تعلیم سے بیسیوں اہل کمال پیدا ہوئے جنہوں نے ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل کر نور پھیلایا۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ امت مرحومہ کا ہر فرد دینی علوم کے حصول میں کوشاں رہے۔ اس سلسلے میں منجملہ اور کتابوں کے آپ نے "التلخیصات العشر" نامی ایک کتاب لکھی جس میں آپ نے بحیثیت ایک عظیم ماہر تعلیم کے نصاب تعلیم کی تشکیل نہایت سہل اور آسان طرز پر کی۔ اس خاص طرز نصاب کے بارے میں آپ ضمان التکمیل فی زمان التعجیل کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"اس کی تجویز دو غرض سے ہوئی۔ اول جن لوگوں کو ضرورت تحصیل معاش یا کسی اور عارض کی وجہ سے مہلت کم ہے اور اس کے ساتھ ہی علوم دینیہ میں فاضلانہ استعداد حاصل کرنے کی رغبت اور شوق ہے مگر درس متعارف کی تطویل کو دیکھ کر ہمت پست ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ترک محض ہو جاتا ہے۔ اس سے ان کی تنگی رفع ہو جائے گی۔ دوسرے جو لوگ تحصیل علوم دینیہ کے لئے فارغ بھی ہیں ان کو بھی اتفاقات زمانہ سے احیاناً ان کے گمان کے موافق وقت نہیں ملتا۔ اور تحصیل کو درمیان میں قطع کرنا پڑتا ہے جن کے لئے التزام طریق متعارف کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بیش قدر وقت ملا کفا وہ علوم آلیہ میں صرف ہو گیا اور مقصود اصلی سے محروم رہے۔ اس طریق میں اس کا تدارک بھی ہو گیا ہے"

ایسے مدرس اور مربی کامل کے اصول تعلیمی جس کی آغوش تدریس و تربیت سے بڑے بڑے علماء فضلاء اور اولیاء نکلے۔ اس قابل ہیں کہ ان کا بطور خاص ذکر کیا جائے۔ ان کو سمجھا جائے اور ان پر عمل کر کے فائدہ اٹھایا جائے حضرتؒ کے تعلیمی اصول مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ مدرس جو بھی مضمون پڑھائے اس میں خود زیادہ مشقت اٹھائے اور اس کو آسان ترین صورت میں شاگردوں کے آگے رکھدے۔

۲۔ پیچیدہ مقام کو پہلے بہت ہی آسان پیرایہ میں سمجھا دیا جائے اور جب بات ذہن نشین ہو جائے تو اس مسئلہ کا اصطلاحی تعارف ہو۔

۳۔ طلبہ کے آگے ضرورت سے زیادہ تقریر نہ کی جائے۔ اور محض اپنی قابلیت کے اظہار کے لئے زائد از ضرورت معلومات پیش کر کے اصل مطلب کو الجھا نہ دیا جائے۔

۴۔ ہفتہ وار تقریروں اور مباحثوں کا اہتمام نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس کے باعث طلبا کی توجہ اسی ایک موضوع تقریر و بحث کی طرف لگی رہتی ہے اور اصل درس سے دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ نصاب کی تکمیل اچھی طرح ہو جائے تو پھر تقریر و مناظرہ سب کچھ آجاتا ہے۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے خامی رہ جاتی ہے

۵۔ طلبہ میں استعداد علمی پیدا ہونے کے لئے مندرجہ ذیل امور نہایت ضروری ہیں :۔

الف۔ وہ آئندہ سبق کا مطالعہ کر کے معلومات اور مجہولات میں تمیز پیدا کرے۔

ب۔ پھر جب استاد سمجھانے لگے تو بلا سمجھے آگے نہ بڑھے۔

ج۔ جب سمجھ جائے تو خود بھی اسی مطلب و مفہوم کی تقریر کرے۔

یہ تین باتیں تو واجب ہیں۔ ایک بات درجہ استحباب کی ہے وہ یہ کہ کچھ آموختہ روزانہ پڑھ دیا کرے۔ اب یاد یا نہ رہے استعداد انشاء اللہ ضرور پیدا ہو جائے گی۔

۶۔ اب تک طریقہ یہ ہے کہ پہلے طالب علم عبارت پڑھتا ہے اور مدرس مطلب بیان کر دیتا ہے۔ اگر کسی کو کچھ شبہ ہوا تو دریافت کر لیا۔ ورنہ آگے چل پڑے۔ یہ طریق مبتدیوں بلکہ متوسطین کے لئے بھی غیر نافع ہے۔ اس میں اصلاح کی ضرورت یہ ہے کہ خود طلبہ کی استعداد سے کام لیا جائے۔ بلا ضرورت ان کی امداد نہ کی جائے۔ خود ان ہی سے مطلب کی تقریر کرائی جائے۔ نیز ہر قاعدہ و مسئلہ کی کثرت امثلہ سے مشق کرائی جائے۔

۷۔ کسی طالب علم کو اس کی مناسبت یا دلچسپی کے خلاف علوم سیکھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور نہ ہی اس کو اس وجہ سے محروم سند کیا جائے۔ مثلاً اگر کوئی معقولات نہ پڑھے اور محض دینیات پڑھے تو اسے بھی سند ضرور دی جائے۔ اور سند میں بجائے "درسیات" کے (جو معقولات اور دینیات کی جملہ کتابوں پر حاوی اصطلاح ہے) صرف "دینیات" لکھا جائے۔

۸۔ مدارس میں یہ انتظام ہونا ضروری ہے کہ دس دس۔ بیس بیس لڑکوں پر ایک معمر نگران مقرر ہو جو ان امور کی نگرانی رکھے کہ کسی بڑے طالب علم سے نہ ملنے دے۔ نگران سے الگ ہو کر آپس میں باتیں نہ کریں۔ ان کے نام جو خطوط آئیں وہ بھی دیکھ کر دے۔ ان کے سر منڈا تا رہے۔ پان نہ کھانے دے۔ لباس سادہ ہو۔ نماز و جماعت میں ان کی حاضری کی فکر رکھے۔ تفریح یا کسی ضرورت سے بازار وغیرہ جائیں تو ان کے ساتھ رہے۔

کتابیات

۱۔ ابن خلدون۔ ترجمہ مولانا حامد حسن خان یوسفی "مقدمہ ابن خلدون" نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۱۹۵۹ء

۲۔ تاریخ التعلیم۔ محمد مختار قریشی۔ پنجاب کتاب گھر۔ اردو بازار۔ لاہور

۳۔ مفکرین تعلیم۔ پروفیسر ضیاء الدین احمد۔ اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

۴۔ پاکستان میں تعلیم کا تناظر۔ جی۔ اے بخاری۔ جاوید بک ڈپو کوئٹہ

۵۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا مناظر احسن گیلانی

۶۔ تاریخ التعلیم۔ محمد مختار قریشی۔

۷۔ سوبرس کے مسلمان۔ جمیل احمد

۸۔ تاریخ تعلیم۔ پروفیسر حامی الدین خان

۹۔ بیان القرآن۔ حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ

۱۰۔ التلخیصات العشر۔ حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ

۱۱۔ بوادر النوادر۔ حکیم الامت کے نقوش حیات۔ از غلام محمد صاحب (بی اے عثمانیہ)

۱۲۔ فن تعلیم و تربیت۔ افضل حسین

بقیہ افغانستان میں روسی مداخلت

بنیادی رکن ہے۔ افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے خلاف فوری ردعمل فطری طور پر برادر اسلامی ممالک ہی کی طرف سے ہوا۔ بنگلہ دیش کی تجویز پر اسلامی وزرائے خارجہ کا ایک ہنگامی اجلاس ۱۹۸۰ء کے اوائل میں اسلام آباد میں منعقد ہوا جس میں روسی فوجی مداخلت پر سخت تنقید کی گئی۔ اور اس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی فوجیں افغانستان سے فوراً اور غیر مشروط طور پر واپس بلائے۔ کانفرنس نے ببرک کارمل کی غیر نمائندہ کمیونسٹ ملک کو افغانستان کی جائز حکومت ماننے سے انکار کیا۔ اور کانفرنس میں اسکی رکنیت معطل کر دی۔ اسکی بجائے افغان مجاہدین کے نمائندوں کو اجلاس سے خطاب کرنے کی اجازت دیدی۔

افغان بحران کا سیاسی حل تلاش کرنے کیلئے کانفرنس نے پاکستان ایران اور کانفرنس کے سیکرٹری جنرل جناب حبیب شطی پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی۔ جو روسی افواج کے انخلا کیلئے کوشش کے ساتھ ساتھ افغانستان کے اندرونی بحران کا سیاسی حل نکالنے کیلئے متعلقہ فریقوں سے بات چیت کرے گی۔ تاہم روس کی مخالفت کی وجہ سے یہ کمیٹی اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے بعد طائف کی اسلامی سربراہ کانفرنس میں افغانستان پہلے کیطرح اہم موضوع بنا رہا۔ لیکن اسلامی ملکوں کے درمیان تنازعات نے کانفرنس کو اتنا کمزور کر دیا ہے۔ کہ وہ کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکی۔ اس کے باوجود افغانستان کا مسئلہ اسلامی کانفرنس کے ایجنڈے پر سرفہرست ہے۔ اور اس کا کوئی منصفانہ حل نکالنا اسلامی کانفرنس کے ذمے ہے۔

تقویم ہجری اور ایک علمی مکتوب

میں آپ کی اس رائے سے متفق ہوں کہ تقویم ہجری کے اختیار کرنے کی صورت میں جن دقتوں اور پریشانیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ سب محض تخلیق واہمہ ہیں۔ ایک بار جب ہجری تقویم کو اختیار کر لیا جائے گا تو اوہام کے یہ بادل سب کے سب چھٹ جائیں گے۔ یہ صحیح ہے کہ رویت ہلال کی یقینی تاریخ متعین نہیں ہو سکتی۔ لیکن رویت ہلال تقریبات مذہبی کے لئے ضروری ہے۔ عام حسابی ضرورت کے لئے تو ہر ماہ رویت ہلال کی عملی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ حسابی طریقہ پر متعین کیا جا سکتا ہے۔ رہا عملاً اور واقعتہً رویت ہلال کا ہونا تو اس کے لئے ہر جگہ مقامی رویت کو عبادات کے لئے مستند قرار دیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک خالص حسابی سال کا تعلق ہے شمسی سال کی پوری مدت بھی برابر برابر کے بارہ حصوں پر اسی طرح ناقابل تقسیم ہے جیسے قمری سال کی مدت۔ شمسی سال کو اس سلسلہ میں ذرہ برابر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ تمام مقامات اور تمام زمانوں کے لئے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مکہ مکرمہ کی اذان صبح کے مطابق انڈونیشیا میں نماز صبح ادا کی جاتے۔ ہاں مقامی عبادت حج مکہ مکرمہ کے افق کے مطابق ہی ادا ہوگی۔ یہ کوئی نقص نہیں ہے

جس وقت ویٹی کن میں کرسمس کا گھنٹہ بجتا ہے۔ اس سے تقریباً ۱۱ گھنٹے قبل ہی جزیرہ سخالین میں کرسمس کی عبادت ہو چکی ہوتی ہے۔ اور جس وقت بنارس میں بسنت پنچمی کا اعلان ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی وقت ماریشس میں نہیں ہوتا۔

اس بات کو ہجری تقویم کے سلسلہ میں پیش کرنا صحیح طرز عمل نہیں ہے۔ ؎

دست فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
منطقی بخثوں کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو

مخلص

(مولانا) عبدالقدوس ہاشمی

(فکر و نظر)

الحق کا یہ ایک اہم کالم ہے جس میں ملک و بیرون ملک کے کئی مسائل، آراء، و انطباعات قارئین اور دینی و علمی فتنوں پر روشنی پڑتی ہے ———— !

امریکہ کے پرجوش بلالی مسلمان | امریکہ میں تقریباً بیس سال سے حضرت بلالؓ کے بہت پیارے نام پر امریکہ کے پیارے مسلمانوں کی ایک جماعت ظہور میں آچکی ہے۔ یہ امریکی مسلم "بلالی" کہلاتے ہیں نہایت سچے مسلمان ہر بات میں سنت کے اتباع کی کوشش کرتے ہیں۔ سگریٹ تک پینا پلانا گوارا نہیں کرتے۔ ان میں دین سیکھنے کی بے حد تڑپ اور طلب ہے۔ انگریزی کے علاوہ دوسری زبان نہیں سمجھتے۔ سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ اجتماع ہوتا ہے اور بڑے زور شور سے اسلامی نظریات کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے میں نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ بہت سے مسلمان ہماری حقانیہ یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر وہاں زبان کا مسئلہ ہے کیا آپ ایسے علماء مہیا کر سکتے ہیں جنہیں انگریزی پر عبور ہو اور دردمندانہ جذبہ سے یہاں آکر تعلیم دے سکیں۔ روپیہ پیسہ کا یہاں کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ دس سے بیس ہزار تک مشاہرہ انہیں دیا جا سکتا ہے کاش آپ اس معاملہ میں بھرپور سرگرمیاں دکھا کر ہماری مدد کر سکیں۔ یہ لوگ آپ کو امریکہ آنے کی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ایسے علماء حقانی مہیا کر سکیں تو اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ بہت جلد ہمارے مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے حسین نام پر امریکہ میں یونیورسٹی حقانیہ ظہور میں آسکتی ہے ہم نے تو کاغذات پر اس کا نقشہ بنا لیا ہے کیا عجب کہ مدرسہ حقانیہ پاکستان کے علاوہ امریکہ کے لئے بھی دینی تعلیم و دعوت کی ایک عظیم حقانیہ یونیورسٹی کی شکل اختیار کر لے۔

اے ڈی طارق۔ امریکہ

صدر پاکستان سے مرزائیوں کے بارہ میں کچھ گذارشات | ہم جناب والا کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے

اس پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ آپ کے دور حکومت میں قادیانی امت کے سابق سربراہ مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی کے تحریف کردہ ترجمہ قرآن مجید کی ضبطی کا ہمارا دیرینہ مطالبہ ایک حد تک پورا ہوا۔ چنانچہ اس ضمن میں پنجاب کی حکومت نے اور پھر بلوچستان کی حکومت نے باقاعدہ طور پر آرڈی ننس جاری کردیئے۔ الحمد للہ کہ اس طرح کروڑوں فرزندان اسلام کا ایک دیرینہ اور اہم مطالبہ پورا کرنے کا شرف جناب کی حکومت کو حاصل ہوا۔ اور بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ مسلمانوں کے دیگر مطالبات کو بھی جلد پورا کرنے کی سعادت و توفیق سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

نیز اسی ضمن میں اہم اپنے یہ مطالبات پھر دہراتے ہیں۔

۱۔ اس تحریف کردہ ترجمہ کے علاوہ مرزائیوں نے دوسرے ترجموں خاص کر سر ظفر اللہ اور مولوی شیر علی۔ ملک غلام فرید اور مولوی محمد علی لاہوری وغیرہ مرزائیوں کے انگریزی تراجم و تفاسیر کی ضبطی کے لئے بھی فوری احکامات صادر فرمائے جائیں۔ کیونکہ ان ترجموں کے ذریعہ وہ بیرونی دنیا میں ارتداد کا کام لینے کے علاوہ پاکستان کی رسوائی اور بدنامی کا بھی سامان کرتے ہیں۔ نیز اس قسم کے آرڈی ننس سندھ اور سرحد میں بھی فوری طور پر نافذ ہونے چاہئیں۔

۲۔ ہمارا دوسرا اور دیرینہ مطالبہ یہ بھی ہے کہ مرزائیوں کے وہ تمام اوقاف بھی حکومت فوری طور پر اپنی تحویل میں لے جو وہ اپنی ارتدادی مہم پر خرچ کر رہے ہیں۔ آخر یہ کیا وجہ ہے کہ حکومت نے پاکستان کے تمام مسلم وغیر مسلم اوقاف۔ اور پھر مسلمانوں کے بھی تمام مکاتب فکر۔ مثلاً سنی۔ شیعہ۔ دیوبندی۔ بریلوی اور اہلحدیث وغیرہ کے تمام اوقاف تو اپنی تحویل میں لے رکھے ہیں لیکن مرزائیوں کے اوقاف اب تک بدستور ان کے پاس ہیں یہ صریح ناانصافی اور یکسر غیر معقول سلوک ہے اس لئے ہم حکومت سے یہ مطالبہ پھر دہراتے ہیں کہ وہ مرزائیوں کے تمام اوقاف فوری طور پر قومی تحویل میں لے کر انصاف کے تقاضے پورے کرے۔

۳۔ اسی طرح ہمارا یہ بھی ایک دیرینہ اور اہم مطالبہ ہے کہ مرزائیوں کے کفرگڑھ (ربوہ) کا نام فوری طور پر تبدیل کیا جائے کیونکہ یہ نام انہوں نے ایک بہت بڑی تلبیس اور گہری سازش کے لئے رکھا ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے بنیادی عقائد پر ضرب لگانا اور امت مرزائیہ کے دجل و تلبیس کے لئے راہ ہموار کرنا ہے لہذا یہ نام فوری طور پر تبدیل کرکے اس کفر گڑھ کا کوئی دوسرا نام رکھا جائے۔ (محمد فہیم ازدی صدر جمعیۃ اہل سنت والجماعۃ متحدہ صوبہ امارات دوبئی)

آغاخانی فرقہ کے نظریات آج کل کفر والحاد کی ہوا مختلف رنگوں میں لوگوں میں رائج ہے۔ ان میں سے بعض اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض خبیث النفس انسان اپنے کفر والحاد کے باوجود اپنے آپ کو عین اسلام کے پیروکار یعنی مسلمان کہتے ہیں۔ اور اکثر فرقوں کے عقائد عوام کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ علمائے حقانی نے کثیر تعداد میں تقاریر و تصانیف کے ذریعے ان فرق باطلہ کو عیاں کر

عیاں کر دیا ہے مگر آج کل کے ایٹمی زمانے کے اس رفتار کے باوجود آغا خانیوں کے عقائد عوام و خواص سے پوشیدہ ہیں۔ صرف مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ایک فتوی کی شکل میں کچھ تحریر فرمایا ہے۔ جس کا ثبوت ہمارے پاس کچھ نہیں۔ کہ یہ عقیدہ واقعی ان لوگوں کا ہے یا نہیں۔

اللہ تعالی کا فضل و کرم ہے کہ احقر کو اسلام نصیب ہوا۔ اور اس مردود فرقہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ لوگ اپنی کتابیں دوسرے لوگوں کو فراہم نہیں کرتے اس وجہ سے عوام تو عوام خواص کو بھی ان کے عقائد معلوم نہیں۔

اب میں نے ان خبیثوں کے عقائد فراہم کئے ہیں اگر آپ اس بارہ میں میری مدد فرمائیں تو تحریر بمعیت ان کی کتابیں آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اگر اس اقدام میں ہم کو اللہ تعالی نے کامیابی نصیب فرمائی تو ان کے عقائد اور ان کے اعمال کو ان ہی کی کتابوں سے نقل کر کے عوام و خواص تک پہنچانے میں آسانی ہو گی۔ فی الحال صرف خداوند تعالیٰ کے بارہ میں ان کا جو عقیدہ کفریہ ہے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ (م۔ص۔ کراچی)

عیسائی مشنریاں اور ہماری بے حسی آج کل نہایت تیزی سے عیسائی مشنریاں حرکت میں آئی ہوئی ہیں۔ اور بے شمار مسلمانوں کو پاکستان میں عیسائی بنا چکی ہیں۔ یہ مشنریاں پاکستان میں اسلام کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ عیسائی مشنریاں اخبارات۔ رسائل اور تعلیمی اداروں کے ذریعہ کھلے بندوں عیسائیت کا پرچار کر رہی ہیں۔ خدا کے لئے تحریک کی صورت میں بیدار ہو جائیے۔ جو لوگ عیسائی بن چکے ہیں انہیں دوبارہ اسلام میں شامل کریں۔ اور لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کریں۔ (ورلڈ تبلیغ اسلامک فیڈریشن ملتان)

کیا ہم انگریزوں سے اسلام سیکھیں شاید آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ اعلیٰ ملازمتوں کے امتحان CSS میں اسلامی تاریخ و ثقافت اور اسلامی قانون کے پرچے صرف اور صرف انگریزی زبان میں دینے کا حکم ہے۔ اور یہ پرچے اردو میں دینے پر پابندی ہے۔

اس غلط حکم کے تباہ کن اثرات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ اسلام میں انگریزی کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے امیدوار مستشرقین کی کتب کی طرف رجوع کرنے پر مجبور رہتے ہیں۔ اور نتیجۃً ان کے ذہن اسلام کے متعلق مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور شکوک و شبہات سے مسموم ہو جاتے ہیں۔

۲۔ امیدوار برصغیر کے جید علما کی عظیم تحقیقی کاوشوں اور اردو میں عربی کی لاکھوں کتب کے تراجم سے استفادہ کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

۳۔ انگریزی میں اسلامی تاریخ و قانون پر لکھی گئی کتب کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ لہذا امیدواروں کا

مطالعہ صرف سطحی ہوتا ہے۔

۴۔ بی۔ اے کی کتب سے براہِ راست مطالعہ کرنے والے امیدوار انگریزی میں صحیح طور پر ادائے مافی الضمیر نہ کر سکنے کے سبب اپنے حقیقی استحقاق سے محروم رہتے ہیں۔

۵۔ سنجیدہ امیدوار اسلامی تاریخ اور اسلامی قانون پر ایسے مضامین کو ترجیح دیتے ہیں جن مضامین کا انگریزی میں وسیع ذخیرۂ کتب دستیاب ہو۔

ہم محترم صدر ضیاء الحق اور چیئرمین وفاقی پبلک سروس کمیشن سے اپیل کرتے ہیں کہ ہمیں انگریزوں سے اسلام سیکھنے پر مجبور کرنے کے بجائے اسلامی تاریخ و ثقافت اور اسلامی قانون و فلسفہ کے پرچے اردو میں دینے کی اجازت دی جائے۔　　امیدواران CSS سال ۱۹۸۱ء

متبرک کاغذات کا احترام کیجئے موجودہ دور میں آیات قرآن پاک، حدیث شریف، مقدس مقامات اور مبارک ناموں کو اخبارات، رسائل اور کاروباری اشتہارات میں چھاپا جا رہا ہے۔ یہ کاغذ بعد میں ردی کی طرح استعمال کئے جاتے ہیں۔ بازاروں اور سڑکوں پر پاؤں کے نیچے روندے جاتے ہیں۔ کوڑا کرکٹ اور غلاظت کے ڈھیروں پر پڑے پائے جاتے ہیں جس سے ان مقدس تحریروں کی سخت بے ادبی ہو رہی ہے۔ یہ گناہ اس قدر شدید نوعیت کا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ نیز ان مقدس تحریروں کے ساتھ ہی سینماؤں کے اشتہارات اور عورتوں کی تصویریں بھی چھاپی جاتی ہیں۔ جب کہ عورتوں کے لئے پردے کا حکم ہے۔ بحیثیت امام مسجد اور عالم دین ہونے کے اور ایک عام مسلمان ہونے کے بھی آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قرب و جوار کے ہر شخص کی توجہ اس طرف مبذول فرمائیں اور انہیں اس بے ادبی سے روکیں۔ نیز حکومت کو بھی اس طرف توجہ دلائیں۔ آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ آپ جمعۃ المبارک تقریروں میں لوگوں کو اس طرف توجہ دلائیں نیز فرداً فرداً بھی تمام اہل محلہ کو توجہ دلائیں۔ اگر آپ نے اس خط پر پوری توجہ نہ دی تو روز قیامت آپ اس کے لئے جواب دہ ہوں گے۔

ادارہ حرمت تحریر و تصویر۔ راولپنڈی

ایک دل آزار کتاب ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کو عبداللہ السلفی نورستانی الافغانستانی میرے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک کتاب توحید پر المسمّٰی توحید الامثال فی صفات الامثال کے نام سے لکھی ہے۔ آپ اس پر تقریظ اور دستخط کر دیں۔ میں نے کتاب دیکھے بغیر تقریظ اور دستخط کرنے سے انکار کیا تو اس نے بعض علماء کے دستخط دکھائے تو میں نے ان علماء پر اعتماد کر کے صرف دستخط کر دئے۔ لیکن جب کتاب منظر عام پر آئی تو اس میں تقلید کو شرک کہا گیا ہے اور مقلدین حضرات خصوصاً امام ابوحنیفہؒ اور علماء دیوبند کی شان میں سخت نازیبا الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ لہٰذا میں بذریعہ الحق اس کتاب سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔　　(مولانا محمد مسافر تہکال بالا)

الحق ۔ واقعی یہ کتاب غلو و تعصب اور تشدد کے لحاظ سے نہایت دلآزار اور مسلک حق سے ہٹ کر لکھی گئی ہے ۔ اکثر بغیر تحقیق دستخط و تقریظ لکھنے کے شوقینوں کو ایسی پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ع

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

الحق کے مندرجات | اس بار نقش آغاز نے نام نہاد ایم آر ڈی پر ہائیڈروجن بم برسائے آپ کے غیظ و غضب اور تصریحات سے میں آج سے ایم آر ڈی کے نام لیواؤں سے توبہ کا اعلان کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ یہ نقش آغاز بہت سے فضلاء حقانیہ کے شکوک و شبہات کو ختم کردے گا ۔ اس اداریہ کا زیادہ علماء اور مسلمانوں تک پہنچانا ضروری ہے اللہ تعالیٰ الحق کو ہر دور میں حق کہنے کی سعادت سے نوازے (ع رحمان ۔ لکی مروت)

★ رجب کے الحق میں آپ نے صدر پاکستان کو ملاقات کے وقت دئے جانے والا محضر نامہ شائع کیا ہے ۔ جسے اور ماہ ناموں نے بھی شائع کرنا تھا مگر نہ ہو سکا ۔ جب اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے اور شرکاء وفد کے اسماء گرامی اور نام معہ دستخط بھی آنے چاہئیں تاکہ لادینی عناصر کو معلوم ہو جائے کہ علماء کا فروعی اختلاف شرعی نظام کے نفاذ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ۔ اگر اسے مع دستخطوں کے الگ شائع کیا جائے تو بہت بہتر ہوگا ۔ (ایک قاری)

★ الحق سے آپ سب اور بعض اساتذہ و مشائخ اور فضلاء دیوبند پاک و ہند کے حالات اور کلمات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے الحق واقعی ہمارے لئے اس شعر کا مصداق ہے ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را گاہی گاہی باز خواں ایں دفتر پارینہ را

عبدالوہاب العباسی ۔ مدینہ منورہ

★ الحق برابر موصول ہو رہا ہے ۔ اس دفعہ مکمل مطالعہ میں بڑے کام کی باتیں تھیں ۔

مولانا عبدالرحمان فاضل حقانیہ اسلامک سنٹر شاکٹن امریکہ

★ میں پہلے تمام فضلاء بالخصوص بلوچستان کے فضلاء حقانیہ سے خود اور اپنے مدرسہ دارالعلوم قاسمیہ کی طرف سے اپیل کرتا ہوں کہ خدا کے لئے بیدار ہو جائیے فتنوں کا زور ہے کیونکہ آپ وارث انبیاء ہیں ۔ اشتراکیت اور خدا سے انکار و الحاد کا فتنہ سر پر ہے ۔ عبدالرحیم حقانی ۔ مدرس دارالعلوم قاسمیہ کوئٹہ

وفیات | ● مولانا محمد انوری مرحوم کا پوتا اور مولانا سعید الرحمان انوری کا جوان سال بیٹا حافظ عتیق الرحمان اچانک انتقال کر گئے ۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۔ مولانا مسعود الرحمان انوری سنت پورہ فیصل آباد

● قاری محمد اسماعیل آف کنڈہ بہترین قاری اور متعدد کتابوں کے مصنف انتقال کر گئے ہیں ۔ دعا ئے مغفرت کی درخواست ہے ۔ قاری سعید احمد مدرس مدرسہ عربیہ شیر گڑھ مردان
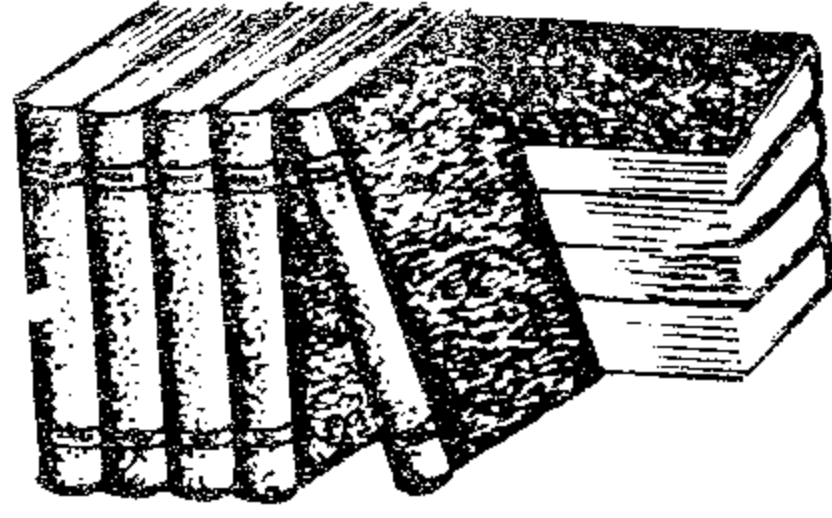
(ادارہ)

امداد الاحکام (جلد اول) | تالیف حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ و حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ
زیر نگرانی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ناشر مکتبہ دارالعلوم کراچی۔ صفحات ۷۵۲۔ قیمت ساٹھ روپے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ امداد الفتاویٰ کے نام سے چھ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ کثرت سوالات کے باعث حضرت حکیم الامت نے بعض دوسرے محققین کو بھی اس اہم کام پر لگا رکھا تھا جو آپ کی رہنمائی میں فتوے لکھتے اور آپ کی نظر و اصلاح کے بعد روانہ کر دیے جاتے۔ انہی محققین میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی بھی ہیں۔ جن کا علمی مقام محتاج تعارف نہیں۔ فن روایت و حدیث میں آپ کا عظیم شاہکار اعلاء السنن جو کہ بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ دنیائے علم و فضل پر ایک گراں بہا احسان ہے۔

زیر تبصرہ کتاب امداد الاحکام، دراصل امداد الفتاویٰ کا ضمیمہ ہے۔ ان میں اکثر فتاویٰ مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہیں اور کچھ فتاویٰ مفتی عبدالکریم صاحب کے ہیں۔ جو حضرت حکیم الامت کے خصوصی متوسلین میں سے تھے۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نے دونوں بزرگوں کے فتاویٰ کو ایک ہی کتاب کی حیثیت سے یکجا مبوب کرایا ہے یہ کتاب کل ۱۷۱۲ فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ ان میں بعض حضرت حکیم الامت کے تحریر فرمودہ ہیں۔ یہ کتاب کے مقدمہ میں مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی نے ہر دو بزرگوں اور کتاب کے متعلق بیش بہا معلومات یکجا کر دی ہیں۔ مکتبہ دارالعلوم کراچی اس عظیم علمی کاوش پر تحسین و تبریک کا بجا طور پر مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی جلدوں کی اشاعت کا بھی جلد سامان فراہم کرے۔

جوامع م۔ ملفوظات خواجہ بندہ نواز گیسو دراز | مرتبہ سید محمد اکبر حسینی قدس سرہ العزیز۔ ترجمہ پروفیسر معین الدین دردائی۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی۔ صفحات ۵۸۷۔ قیمت ۵۷ روپے

زیر تبصرہ کتاب حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی ملفوظات پر مشتمل ہے۔ ہر زمانہ میں کبار مشائخ کے معتقدین اور مریدین ان کے معمولات اور ملفوظات کو قلمبند کرتے رہے ہیں۔ مشائخ چشت میں حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کو اہم مقام حاصل ہے۔ ان کے ملفوظات ان کے محبوب خلف الصدق سید محمد اکبر حسینیؒ نے یکجا کیے ہیں۔ اور پھر حضرت نے خود اس کی تصحیح کرائی ہے۔ چونکہ اصل کتاب فارسی زبان میں تھی لہذا افادہ عام کی خاطر جناب پروفیسر معین الدین صاحب دردائی جو کہ نرے مترجم ہی نہیں بلکہ نکتہ شناس سلوک و تصوف بھی ہیں نے اس کو عام فہم اور سلیس اردو

زبان کا جامہ پہنایا ہے۔

کتاب میں حضرت الشیخ کے روزانہ معمولات اور افادات کا بھی ذکر ہے۔ شرعی مسائل بعض آیات قرآنیہ کی تفسیر اور احادیث نبویہ کی توضیح حکایات و قصص کی شکل میں بیان کی گئی ہیں۔ اگرچہ بعض حکایات و مسائل اہل تحقیق کے ہاں غور طلب ہیں۔ لیکن من حیث المجموع کتاب سالکان جادۂ معرفت اور متلاشیان طمانیتِ روح کے لئے از حد مفید ہے۔

تذکرہ امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف دہلویؒ | تالیف مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری۔ قیمت ۲۴ روپے

ناشر۔ ذوالنورین اکادمی بھیرہ۔ ضلع سرگودہا

زیر تبصرہ کتاب داعی ابن داعی حضرت الشیخ مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی کی سوانح حیات ہے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ دور حاضر کے عظیم اصلاحی تحریک تبلیغی جماعت کے بانی کے فرزند ارجمند تھے۔ وہ بیکہ اخلاص وللہیت مجسمہ زہد و تقویٰ۔ مومنانہ شان اور اسلاف قرون اولیٰ کا نمونہ تھے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری حضرت شیخ الاسلام السید حسین احمد مدنی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت مولاناؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے جن میں حضرت جی کی آخری تقریر بھی شامل ہے۔ اور سلوک و تصوف کے موضوع پر ان کے مختلف مکاتیب بھی ہیں۔ باب ہشتم اطراف عالم میں دعوتی طریق کار پر مشتمل ہے۔ اپنے موضوع پر زیر تبصرہ کتاب ایک بہتر کاوش ہے (م۔ا۔ف)

تعلیمات اسلام | از مولانا اشرف علی قریشی۔ ناشر۔ دار التصنیف، جامعہ اشرفیہ پشاور۔ صفحات ۲۶۴

قیمت ۲۵ روپے۔ خوبصورت جلد عمدہ طباعت۔

مولانا محمد اشرف علی قریشی مدیر ماہنامہ صدائے اسلام و مدرس جامعہ اشرفیہ، علامہ عبدالودود قریشی روڈ پشاور اپنے برادر بزرگ مولانا محمد یوسف قریشی صاحب کی سرپرستی میں للہی و دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ ماہنامہ صدائے اسلام میں آپ کے اصلاحی اور دعوتی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔ اور مختلف مقامات پر تقاریر کے سلسلہ میں گراں قدر خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

پیش نظر کتاب ان کے علمی، دینی اور اصلاحی گراں قدر مضامین کا مجموعہ ہے۔

سیرت و تاریخ۔ سیاست و معاشرت۔ علم و عمل۔ تصوف و سلوک جیسے کئی موضوعات سے متعلق عام فہم قیمتی مضامین و مقالات کا یہ مجموعہ عامۃ المسلمین اور اہل ذوق کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو بیش از بیش علمی خدمات کی توفیق دے۔

(م۔ا۔ف)

دارالعلوم کے شب و روز

شفیق فاروقی

تعطیلات رمضان و عید | دارالعلوم میں ۱۰ شعبان المکرم سے دس شوال المکرم تک اسباق کی تعطیل رہی تاہم دفاتر اہتمام، الحق اور دارالافتا، وغیرہ بدستور مصروف رہے۔ شعبۂ کتب خانہ میں بھی جلد بندی کا کام جاری رہا۔ اور تعمیرات کا شعبہ بھی پورے زور و شور سے مصروف کار رہا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی صحت بحمداللہ بہتر رہی۔ روزے اور تراویح میں قرآن کریم سننے کا سلسلہ بغیر انقطاع جاری رہا۔ عیدالفطر کے دن عیدگاہ میں ہزاروں افراد نے نماز عید سے قبل حسب دستور حضرت مدظلہ نے خطاب فرمایا اور امور کے علاوہ افغانستان کے جہاد اور عالم اسلام بالخصوص پاکستان پر اشتراکیت کے منڈلانے والے خطرات سے سامعین کو آگاہ کیا اور جہاد کی فتح اور ملک و ملت کی سلامتی کے لئے دعائیں کیں۔

نئے تعلیمی سال کا آغاز | ۱۰ شوال سے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوچکا ہے طلبہ جوق در جوق آرہے ہیں اور داخلے جاری ہیں۔ درس نظامی کے اعلیٰ درجات کے لئے ایک نئے جید اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا فضل الٰہی المعروف بہ شاہ منصور صاحب حق صاحب کی تقرری بھی ہوچکی ہے۔ پیر ۲۳ شوال کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ایک بڑی تقریب میں درس ترمذی شریف سے اسباق کا افتتاح فرمایا۔ حضرت مدظلہٗ سال سابق کی طرح انشاءاللہ اس سال بھی ترمذی اور بخاری شریف کے کچھ حصے خود پڑھائیں گے۔

شعبۂ حفظ و تجوید | ایک مستقل دارالحفظ والتجوید کے قیام اور شایان شان تعمیر کا سلسلہ پچھلے سال سے جاری ہے۔ یہ تعمیر لاکھوں روپے سے بحمداللہ مکمل ہوکر دعوت نظارہ دے رہی ہے اب اس کی روغن اور سفیدی وغیرہ ہو رہی ہے۔ اور اس شعبے کے لئے قرار و حفاظ کی تقرری ہوچکی ہے۔ اور طلبہ بھی داخل کئے جارہے ہیں۔ اس ماہ کے آخر میں یہ شعبہ انشاءاللہ کام شروع کردے گا۔

احاطہ مدنیہ کی تکمیلی عمارت | دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کے ہاسٹل احاطہ مدنیہ کا مغربی حصہ نامکمل تھا۔ اور ان طلبہ کو قیام میں دقت پیش آتی رہی۔ اب ۱۴ اگست کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دیگر اساتذہ کی موجودگی میں اس تکمیلی حصہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اللہ کے فضل و کرم اور اہل خیر کی امداد کی توقع پر اس کی تعمیر بھی شروع ہوگئی ہے اس بلاک میں ۹ کمرے طلبہ کی رہائش کے لئے ہوں گے۔ اور زیریں حصہ میں طلبہ کے لئے غسل خانے اور بیت الخلاؤں

کا سلسلہ ہوگا۔ اس موقع پر اہل خیر سے توقع ہے کہ وہ اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر ذخیرۂ آخرت کا سامان مہیا کریں گے۔

مولانا عبدالحلیم مدظلہ کا دورہ بلوچستان | دارالعلوم کے بزرگ اور معمر استاد حدیث و تفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مردانی مدظلہ فضلاء بلوچستان کے پراصرار دعوت اور تقاضوں پر تعطیلات رمضان میں بلوچستان گئے۔ کوئٹہ، چمن، پشین اور زیارت وغیرہ میں قیام کیا۔ سینکڑوں فضلاء دارالعلوم سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اور وہاں کے دینی و علمی حالات پر ان حضرات کی راہ نمائی کی۔ حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے دورہ میں اشتراکیت اور اشتراکیت نواز و دیگر لادینی عناصر کے بڑے خطرات محسوس کئے۔ فضلاء و علماء میں تنظیم و ربط کی کمی کا بھی شدت سے احساس کیا۔ جناب مولانا سمیع الحق صاحب کے نام ان کے گرامی نامہ کا یہ اقتباس سارے اہل درد کو دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:۔

"یہاں آکر یہ محسوس ہوا کہ کمیونسٹوں کا اثر زیادہ اور منظم ہے۔ خصوصاً چمن میں۔ لہٰذا میں نے وہاں تمام فضلاء حقانیہ کو جمع کیا اور انہیں ترغیب دی کہ یہاں آپ کی تنظیم کی زیادہ ضرورت ہے۔ آپ انفرادی طور پر اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے۔ جب کہ آپ کے مقابلہ میں فرق ضالہ منظم ہیں۔ خاص کر کے چمن میں (جو سرحدی شہر ہے) ایک بڑے جامعہ کی ضرورت ہے۔ جس میں ایسے افراد تیار ہو سکیں جو کم سے کم مدافعت تو کریں۔ نیز مسلمان بچوں کو صحیح تعلیم کی ضرورت ہے۔ ورنہ اسکولوں، کالجوں میں خالی الذہن بچے جا کر بے دین ہو جائیں گے۔ کوئٹہ کالج میں کمیونسٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کا یہ حال ہے کہ سنا ہے تقریباً چھ ماہ تک روسی جھنڈا لہراتا رہا۔ اور اسلام مردہ باد کے نعرے لگائے جاتے رہے۔ اسی طرح مقام زیارت میں عیسائیوں کی تبلیغ زور شور سے ہو رہی ہے وہاں اگرچہ سردی زیادہ ہے اور میری صحت متحمل نہیں لیکن پھر بھی وہاں جانے کا خیال ہے کہ وہاں کے فضلائے حقانیہ کو مقابلہ کے لئے بحیثیت اجتماعی مستعد کیا جائے۔ اس غرض سے پشین بھی جانا ہوگا۔"

حضرت مولانا مدظلہ ۱۵ شوال کو واپس تشریف لے آئے ہیں اور انشاء اللہ اپنی مفصل رپورٹ اور تاثرات الحق کے لئے قلم بند کریں گے۔

مولانا محمد تقی عثمانی کی آمد | ہمارے مولانا سمیع الحق کے دیرینہ محترم دوست جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کراچی جو ان دنوں وفاقی شرعی عدالت کے معزز جج کے طور پر اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ رمضان المبارک میں تشریف لائے۔ دو دن جناب مدیر صاحب کے ہاں قیام فرمایا۔ اور حضرت مدظلہ کی زیارت کی۔ ادارہ الحق مولانا موصوف کی نئی ذمہ داریوں پر مبارکباد اور استقامت و کامیابی کی دعا کرتا ہے۔
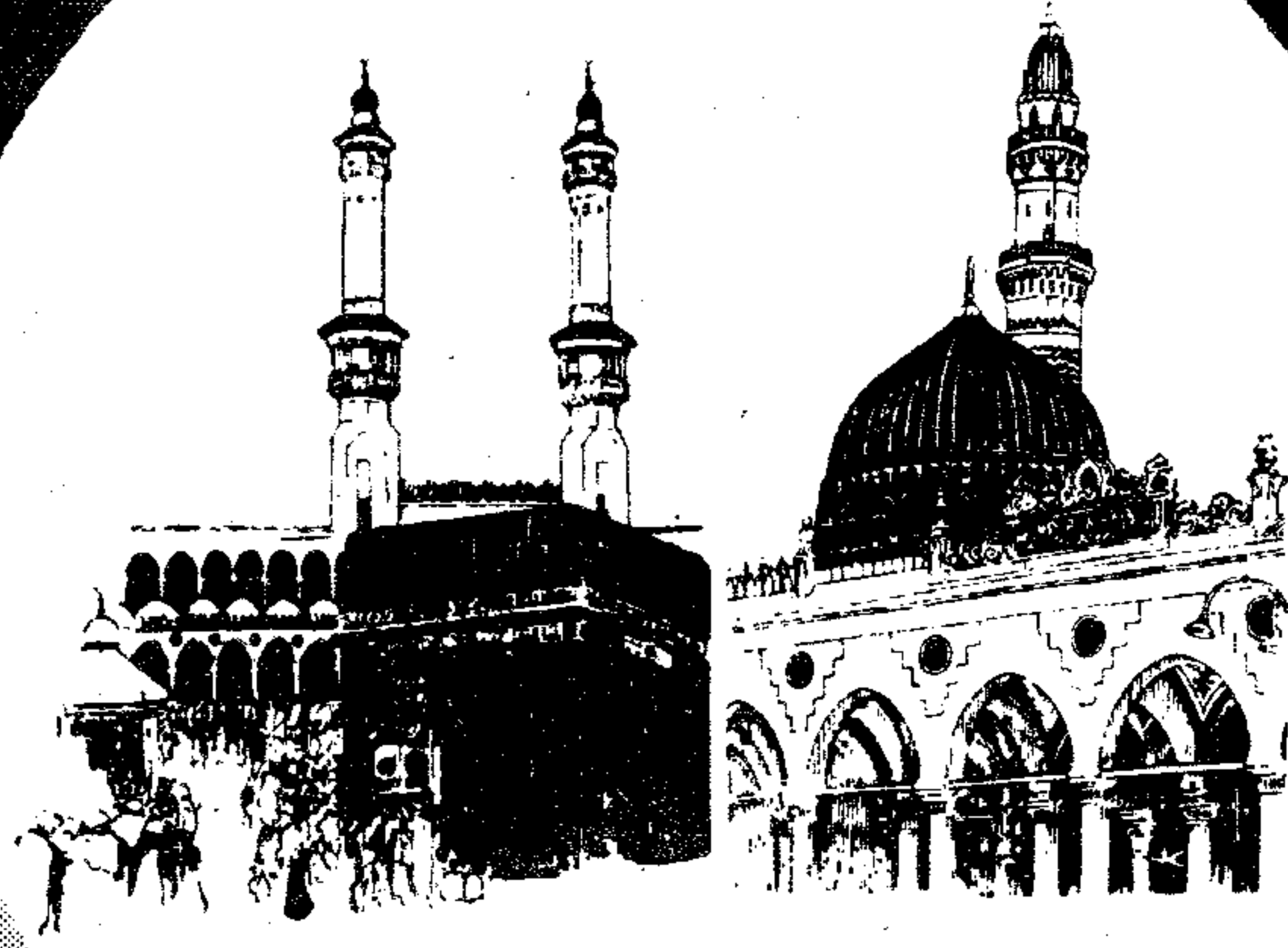
اللہ کی خوشنودی حاصل کیجئے

گذشتہ چودہ سو برس سے اہلِ ایمان طوافِ کعبہ کے لئے دن اور رات رواں دواں رہتے ہیں۔
اور ہر سال لاکھوں مسلمان زندگی میں کم از کم ایک بار اللہ کے حکم کی تعمیل میں اُس کے گھر فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے حاضری دیتے ہیں۔
اگر آپ یہ سعادت حاصل کر چکے ہیں اور اس کے باوجود حرمین شریفین کی زیارت کی تشنگی محسوس کر رہے ہیں تو عمرہ اور زیارت کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی جانب عازمِ سفر ہوں۔
اس مقدس سفر کے لئے سعودیہ پر آپ کو نہایت پاکیزہ ماحول میسّر آتا ہے۔ جو ہماری خصوصیت ہے۔

عمرہ اور زیارت کے لئے

سعودی عرب ایئر لائنز

سعودیہ کے دفاتر:
کراچی: سعودیہ بلڈنگ اسٹریچن روڈ۔ فون: ۵۱۵۰۳۵-۵۱۳۳۳ (۱۰ لائنیں)
اوقاتِ دفتر: (۸ بجے صبح سے ۹ بجے شب)
سعودیہ کارگو: سعودیہ کارگو بلڈنگ کراچی ایئرپورٹ۔ فون: ۴۸۱۲۴۱
لاہور: انڈس ہوٹل، شاہراہ قائدِاعظم۔ فون: ۳۰۵۴۱۲-۳۰۳۰۴
اسلام آباد: شاہراہ سہروردی۔ فون: ۲۴۴۵۱-۲۴۴۵۲-۲۴۴۵۳
حیدرآباد: جنرل سیلز ایجنٹس، پاک عرب ٹریولز، کینٹونمنٹ شاپنگ سینٹر۔ فون: ۲۲۶۱۸

یا کسی ایاٹا ٹریول ایجنٹ سے رجوع کریں۔

NATIONAL 2041